بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

مباحثہ

حسنیہ

اردو

ترجمہ

مفکرِ عصر جناب مولانا سید صابر حسین صاحب قبلہ سرسوی

ناشر

ادارۃ تذکرۃ الطاہرین ۔ نوابشاہ

قیمت: ۳/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادارہ تذکرۃ الطاہرین

ادارہ نے قوم کے سامنے بالکل اچھوتا لٹریچر پیش کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے جس میں اس کو جس قدر کامیابی ہوئی اس کا اندازہ اس کے انوکھے اور دلکش منشورات سے ہو سکتا ہے۔

ہم آپ سے صرف :

آپکی اعانت کے طالب ہیں کہ اس کے نشریات کو خریدیئے، پڑھیئے دوسروں کو پڑھنے کا موقع دیجئے۔ اس سے زیادہ ہم کسی اور مالی اعانت کے طالب نہیں ہیں۔ سرمایہ اندوزی اور تجارتی مقصد پیش نظر نہیں ہے۔ ہم صرف خدمت علم و مذہب کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ہم سے تعاون فرمائیں۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔

سید نسیم حیدر نقوی
(سکرٹری ادارہ)

لا فتیٰ الا علی   لا سیف الا ذوالفقار

اثبات

امامت و خلافت حقہ

حضرت مولائے متقیان شاہ مرداں امیر المومنین علی ابن ابی طالب

صلوات اللہ علیہ

کا

بولتا ہوا معجزہ

ادارۂ تذکرۃ الطاہرین [illegible] اور نادر کتابیں

آفتاب نبوت: سرکار دو عالم کی مبسوط ترین سوانح عمری جس میں آنحضرت کی ولادت سے لیکر وفات تک کے حالات ایسی تفصیل سے درج ہیں جو کسی دوسری کتاب میں نہیں مل سکتے۔ قیمت = ۳/۵۰

حیات ابو طالب عالم اہلسنت کے قلم سے قرآن و حدیث و تاریخ کی روشنی میں حضرت ابو طالب کی مکمل سوانح حیات جو سیکڑوں سال کے الجھے ہوئے مسائل کی گرہ کشائی کرتی ہے۔ اپنے موضوع پر پہلی اور آخری تصنیف ہے۔ قیمت ۲/۵۰ ..

جلاء العیون (اردو) مذہب جعفریہ کی مایۂ ناز کتاب جلاء العیون کا بہترین اردو ترجمہ ــ قیمت ۴/۲۵ "

احسن العقائد مذہب حقہ جعفریہ پر شرح و بسط کے ساتھ عقائد اردو میں پہلی اور آخری کتاب قیمت ۔/۷

خصائص آل محمدؐ: اہل بیت، عترت، آل ذوی القربٰی پر سیر حاصل بحث اور ان چاروں لفظوں پر مشہور و معروف کتب و احادیث خصوصاً صحاح ستہ وغیرہ سے احادیث نبوی یکجا جمع کی گئی ہیں اہل ہنر کے لئے نایاب تحفہ ہے۔ قیمت ۲/۵۰ ــ

مناظرۂ مامون رشید: خلیفہ مامون رشید کا وہ معرکۃ الآراء مناظرہ جو اس نے اپنے دربار میں حضرت علی کے بارے میں علمائے اہلسنت سے کیا قیمت ۱/۵۰

ترجمہ کارسی ابراہیم بن ولی اللہ استرآبادی لکھتے ہیں۔ کہ جب میں ۹۵۸ھ میں حج بیت اللہ و زیارت حضرت سید الانام و ائمہ معصومین علیہم السلام سے مشرف ہو کر دار الخلافہ دمشق میں پہنچا تو وہاں میں نے اکثر محبان اہلبیت اطہار اور شیعیان حیدر کرار سے ملاقات کی اور ان کی مصاحبت سے مستفید ہوا۔ ایک روز رسالۂ حسنیہ کا ذکر ہوا کہ وہ ایک نہایت عمدہ مباحثہ ہے۔ جو حسنیہ نے ہارون رشید عباسی کے زمانہ میں اس وقت کے علماء و فضلاء سے بحث و مباحثہ کر کے مذہب اہلبیت کی حقیقت دلائل و براہین سے ثابت کی تھی۔ جو ایک سید بزرگ کے پاس تھا۔ چنانچہ میں ان بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور رسالۂ حسنیہ کے لئے درخواست کی موصوف نے لطیب خاطر رسالۂ عنایت فرما دیا۔ میں نے اول سے آخر تک پڑھا اور پھر اس کو لکھ لیا۔ اور جب ایران واپس آیا۔ تو میں اس رسالۂ شریفہ کو بطور تحفہ شیعیان و محبان آل علیؑ کو بھیجتا تھا۔ اور خود محفلوں میں پڑھ کر سناتا تھا۔ جس سے ہر پڑھنے والا خوش ہوتا تھا چونکہ یہ رسالہ عربی میں تھا۔ اکثر اہل عجم اس سے محظوظ نہ ہوتے تھے۔ ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ فارسی زبان میں ہونا چاہئے تاکہ ہر ایک پڑھ سکے۔ چنانچہ ایک عزیز کی خواہش سے میں نے بلا تکلف عام فہم فارسی میں ترجمہ کیا تاکہ ہر خاص و عام اس کو پڑھے اور اس کا

فائدہ عام ہوا۔ پس تھوڑے ہی عرصہ میں بتصدق حضرت امیر المومنین امام المتقین اس رسالہ کی عوام و خواص موافق و مخالف میں بڑی مقبولیت ہو گئی۔

آغاز مباحثہ حسنیہ

علامہ دوراں جامع معانی معلم ثانی العارف باللہ والعالم باللہ شیخ ابوالفتوح رازی مکی رحمۃ اللہ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہارون رشید عباسی کی خلافت و سلطنت کے زمانے میں ایک مالدار سوداگر تھا۔ اور جو مشاہیر بغداد سے تھا۔ اور محبت اہلبیت میں شہرت تمام رکھتا تھا۔ اور ہمیشہ خدمت باسعادت حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت جعفر صادق میں حاضر رہتا تھا۔ اور شرائط بندگی و خدمت گزاری بجا لاتا تھا۔ حضرت امام موسیٰ کاظم کی شہادت کے بعد بسبب ظلم اعدائے دین اس کا مال و اسباب تباہ و برباد ہو گیا۔ اور نوبت فقر و فاقہ تک پہنچی اور کچھ پاس نہ رہا۔ سوائے ایک کنیز کے جس کو اس نے پانچ برس کی عمر میں خریدا تھا۔ اور تعلیم و تربیت کے لئے مکتب میں بٹھایا تھا۔ جب اس کنیز کی عمر دس سال کی ہوئی۔ تو حرم محترم امام جعفر صادق ع میں آمدورفت شروع کی اور بیس سال تک علوم دینیہ و معارف یقینیہ کی تحصیل میں مشغول رہی۔ حسن و ملاحت میں اپنی نظیر نہ رکھتی تھی۔ اور نام اس کا حسنیہ تھا۔ جب فقر و فاقہ سے تنگ آگیا۔ اور زیادہ پریشان ہوا۔ تو ایک روز اپنی کنیز حسنیہ سے شکایت روزگار کی اور کہا اے حسنیہ تو میرے لئے بمنزلہ فرزند کے ہے اور بجز تیرے میرا کوئی نہیں ہے۔ اور تیرے واسطے میں نے بہت زحمت و تکلیف اٹھائی کہ تجھ کو اس مقام پر پہنچایا کہ تو آج بے شمار فضائل و کمالات کی حامل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنی فراست سے ایسی تدبیر کر کہ یہ عسرت و تنگی اور فقر و فاقہ مجھ سے دور ہو جائے حسنیہ نے کہا کہ اے خواجہ میری جان تجھ پر قربان ہو میری ایک عرض ہے کہ اگر قبول ہو۔ خواجہ نے کہا بیان کر۔ حسنیہ نے کہا اے خواجہ میری صلاح یہ ہے۔ کہ مجھ کو ہارون رشید کے سامنے لے چل میرے فروخت کرنے کا ارادہ اس کے سامنے ظاہر کر اور جب وہ میری قیمت پوچھے تو کہنا کہ اس کی قیمت ایک لاکھ دینار طلائی ہے۔ اور جب دریافت کرے کہ کیا ہنر رکھتی ہے۔ تو کہنا کہ اگر تمام علمائے زمان جمع ہوں۔ اور علوم دینیہ و مسائل شرعیہ میں اس سے بحث کریں۔ تو یہ سب پر غالب آئے گی۔ اور مغلوب و عاجز نہ ہو گی۔ خواجہ نے جس وقت یہ سنا کہا حسنیہ بخدا میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ مبادا وہ ظالم تیری فضیلت و حسن صورت و سیرت سے آگاہ ہو کر تجھکو مجھ سے چھین لے گا۔ اور میں تیری مفارقت میں صبر نہ کر سکوں گا۔ حسنیہ نے کہا اے خواجہ ہرگز خوف نہ کھا۔ جب تک میں زندہ ہوں یہ برکت محبت اہلبیت رسول ص مجھ کو تجھ سے کوئی جدا نہیں کر سکتا۔ اٹھ اور خدا پر توکل کر ان شاء اللہ بہتری ہو گا۔ الغرض خواجہ مجبور ہو گیا۔ اور یحییٰ بن خالد برمکی۔ وزیر ہارون رشید کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا اور کنیز کا حال

بیان کیا۔ یحییٰ نے کہا اپنی کنیز کو لے آ۔ خواجہ یہ سن کر حیران و خائف و متفکر و پریشان ہوا۔ اور بادل نخواستہ حسنیہ کو لے کر یحییٰ کے سامنے پہنچا۔ جس وقت یحییٰ نے صورت و سیرت و فصاحت و بلاغت حسنیہ کو مشاہدہ کیا تو متحیر ہوا۔ اور اسی وقت ہارون رشید کی خدمت میں پہنچا۔ اور تمام قصہ بیان کیا۔ ہارون رشید نے فوراً حکم دیا۔ کہ اس کنیز کو حاضر کیا جائے۔ پس حسنیہ کو ہارون رشید کے سامنے لے گئے جس وقت حسنیہ ہارون رشید کے سامنے پہنچی تو برقع اوڑھے ہوئے تھی۔ آداب سلطانی بجالائی۔ اور چند شعر ہارون کی مدح میں پڑھے۔ جن کو سن کر بادشاہ بے حد خوش ہوا۔ اور حکم دیا کہ اس کے چہرہ سے نقاب اٹھائی جائے۔

ہارون نے جیسے ہی حسنیہ کے حسن و جمال کو دیکھا۔ بے اختیار کھڑا ہو گیا۔ اور حکم دیا کہ خواجہ کو حاضر کیا جائے۔ خواجہ کو حاضر کیا گیا۔ ہارون نے خواجہ سے کہا تیری کنیز کی قیمت کیا ہے۔ اور اس کا نام کیا ہے۔ خواجہ نے کہا نام اس کا حسنیہ اور قیمت اس کی ایک لاکھ دینار طلائی ہے۔ یہ سن کر ہارون نے حیرت سے پوچھا اس قدر قیمت کس وجہ سے مانگتا ہے۔ خواجہ نے کہا۔ اس کا کمال یہ ہے۔ اگر تیرے زمانے کے تمام علماء و فضلاء جمع ہوں۔ اور علوم دینی و مسائل شرعی میں اس کنیز سے مباحثہ کریں۔ تو ہرگز فتحیاب نہ ہوں گے۔ ہارون نے کہا اگر یہ ملزم و عاجز ہو گئی تو تیری گردن مار دوں گا۔ اور کنیز کو لے لوں گا۔ خواجہ

نے کہا اگر میرا قول صحیح ہوا۔ تو کیا کرے گا۔ جواب دیا ایک لاکھ دینار مع تیری کنیز کے دوں گا۔ خواجہ گھبرایا اور عرض کی مجھے اتنی مہلت دیجیے کہ ایک بار کنیز سے پوچھ لوں۔ ہارون نے قبول کیا۔ خواجہ کنیز کے پاس آیا۔ اور تمام کیفیت بیان کی حسنیہ نے جواب میں کہا۔ خواجہ اندیشہ نہ کر کہ میں بہ برکت حضرت رسولؐ خدا و اہلبیت اطہار ہرگز عاجز نہ ہوں گی۔ خواجہ واپس ہوا۔ اور پھر ہارون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور موافق شرط کے جس طرح اوپر بیان ہوا۔ ہارون سے اقرار کیا۔

ہارون نے حسنیہ سے کہا۔ اے حسنیہ تیرا مذہب کیا ہے اور کس دین پر ہے۔ حسنیہ نے کہا کہ میں دین حضرت محمدؐ رسول اللہ اور طریقہ اہلبیت اطہار کا رکھتی ہوں۔ ہارون نے کہا اے حسنیہ خلیفہ اور وصی رسول کون تھا۔ حسنیہ نے کہا اے خلیفہ سب علمائے عصر کو حکم کر کہ حاضر ہوں اس وقت جو کچھ مجھ کو کہنا ہو گا۔ کہوں گی۔ اور کسی کو میرے دین و مذہب میں کلام ہو گا۔ اس کا جواب میں دوں گی۔ اس وقت ہارون کو معلوم ہوا کہ حسنیہ اہلبیت کے طریقہ پر ہے۔ اپنے وزیر یحییٰ کو طلب کیا اور کہا کہ یہ کنیز ہمارے طریقہ و مذہب پر نہیں ہے۔ اگر کہے تو اسے قتل کروں۔ وزیر نے کہا کہ اس کنیز نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے۔ اگر ہمارے علماء اس کو عاجز کر دیں۔ اور یہ اپنے مذہب کی حقیقت ثابت نہ کر سکے اور اپنے دعوے میں جھوٹی نکلے۔ تو البتہ اس کو قتل کرنا چاہیے۔ اور اگر ہمارے علماء اس سے مغلوب و عاجز ہو جائیں۔ تو اس صورت میں

خلیفہ پر اس کی رعایت وحمایت لازم ہے اس واسطہ کہ جو کنیز
تمام علماء وفضلاء پر فائق ہو۔ اس کا مارنا خلیفہ کے شایانِ شان نہیں
ہے۔ وزیر کی اس صلاح سے ہارون بے حد خوش ہوا۔ اور فرمایا کہ
حکم جاری کرو کہ تمام علماء بغداد حاضر ہوں۔ اس زمانے میں ابو یوسف
راس و رئیس فقہا تھا۔ اور شافعی بھی بغداد میں رہتا تھا۔ ابو یوسف
اور شافعی کے درمیاں سخت عداوت تھی۔ پس تمام علما وفضلا
دربار میں حاضر ہوئے۔ اور حسینہ برقع اوڑھ کر سب کے برابر آکر بیٹھی
علماء نے حسینہ کے مذہب کے متعلق سوال کیا۔ حسینہ نے طریقہ اور
مذہب بنا موافق طریقہ اہلبیت کے ظاہر کیا۔ اور نہایت ہوشیاری اور
بے باکی کے ساتھ ان سے مباحثہ ومجادلہ شروع کیا۔ اور اس احسن
طریقہ سے گفتگو کی کہ کسی کو جواب دینے کی مجال وطاقت نہ ہوتی تھی۔ اور
تفسیر آیات قرآنی وتاویلات فرقانی واحادیث صحیح نبوی کو اس
طرح بیان کرتی تھی کہ ہارون دیکھتا رہ جاتا تھا۔ اور دل ہی دل میں کڑھتا
تھا۔ جب ہارون نے یہ دیکھا کہ اتنے علما میں سے کوئی بھی ایسا نہیں۔ جو اس
کنیز کا مقابلہ کر سکے۔ تو اس نے ایک اعرابی کو بلایا۔ اور ایک خط حاکم
بصرہ کو لکھا۔ اور اعرابی سے کہا کہ تو اسی وقت بصرہ کو جا اور بہت جلد
پہنچ۔ اور ابراہیم بن خالد عوفی کو کہ عالم علماء بصرہ تھا۔ اور چار سو
عالموں کو دار الامارۂ بصرہ میں درس دیتا تھا۔ بلایا جس وقت وہ اعرابی
حاکم بصرہ کے پاس پہنچا۔ اور حاکم خط کے مضمون سے مطلع ہوا۔ تو اسی

وقت حاکم بصرہ نے ابراہیم بن خالد عوفی کو بلایا اور ایک تیز رفتار
ناقہ پر سوار کر کے بغداد روانہ کیا۔ ابراہیم بغداد پہنچا۔ ہارون
رشید نے حکم دیا۔ کہ مجلس آراستہ ہو۔ اور تمام علماء بغداد حاضر ہوں
اور ساتھ ہی تمام ارکانِ دولت واعیان مملکت اور ان سلاطین
مملکت کو جو باہر سے آئے ہوئے تھے۔ فرمان شاہی جاری کئے گئے کہ
دار الخلافہ میں حاضر ہوں۔ اور حکم دیا کہ ابراہیم کے واسطے کرسی زریں
بچھائی جائے۔ غرضکہ ابراہیم کی بہت تعظیم وتکریم کی گئی۔ ابراہیم بن خالد
کرسی پر بیٹھا۔ اور حسینہ کو بلایا گیا۔ حسینہ کے لئے غلاموں اور
نوکروں کے بیٹھنے کی جگہ مقرر کی گئی۔ جس وقت حسینہ دربار میں داخل ہوئی
تو اس نے خلیفہ سے اجازت طلب کی اور شرائطِ دعا وسلامتی بجا لائی
اور بغیر اس کے کہ اسکو اس کی جگہ پر بٹھائیں۔ خود ابراہیم کے پاس
جا بیٹھی۔ اور ابراہیم نہایت متکبرانہ شان سے کرسی زریں پر بیٹھا تھا
ہارون نے حسینہ کی طرف دیکھا۔ اور گوشہ چشم سے اشارہ کیا۔ کہ مباحثہ
ومجادلہ شروع ہو۔ حسینہ کمال فراست ودانائی سے اشارہ کو سمجھ کر ابراہیم
کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور کہا اے ابراہیم تو ہی ہے کہ تو کتابیں تیری
تصنیفات سے علماء کے درمیان مشہور ومعروف ہیں اور تو عداوت علی ابن
ابیطالب علیہ السلام پر فخر کرتا ہے۔ یہ سن کر ابراہیم کو غصہ آگیا۔ اور کہا تو مجھ سے تمسخر
کرتی ہے۔ اور اہل مجلس کی طرف منہ پھیر کر کہنے لگا۔ کہ اس کنیز سے مباحثہ
ومعارضہ کرنا مجھ کو مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں کچھ فائدہ نہیں

بلکہ میرے واسطے موجب خفت اور سبکی ہے۔ اہانت علماء ہے۔ یحیٰی برمکی وزیر ہارون اس کے پاس ہی کھڑا تھا۔ وہ ہنسا اور کہنے لگا۔ کہ بزرگان اہل دین کا یہ کلام ہے۔ اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ یعنی سخن پر نظر کرو۔ صاحب سخن کو نہ دیکھو کون ہے۔ اے ابراہیم اہل فضل سے ایسی باتیں بعید ہیں حسینہ نے کہا اے ابراہیم انشاءاللہ اسی وقت تجھکو کرسی وزیری سے نیچے اتارتی ہوں۔ اور مباحثہ و مجادلہ شروع کیا۔ ابراہیم نے کہا کہ مباحثہ کی ابتدا میری طرف سے ہوگی۔ اس لئے کہ میں دُور سے آیا ہوں۔ پہلے میں سوال کروں گا۔ ابراہیم یہ جانتا تھا کہ حسینہ چاہتی ہے کہ حقیقت مذہب اہل بیت ہارون پر ظاہر کرے۔ حسینہ نے کہا اے ابراہیم تو سوال کر اور جو پوچھنا چاہتا ہے پوچھ ابراہیم نے سوال کرنا شروع کیا۔ اور حسینہ فصاحت و بلاغت تمام جواب دیتی رہی۔ یہاں تک کہ ابراہیم کے اسّی سوالوں کا جواب دیا۔ اگر ان کو یہاں بیان کیا جائے۔ تو طول ہوگا۔ اور پڑھنے اور سننے والے کو اس سے رنج و ملال ہوگا۔ حسینہ نے ہر مسئلہ کا معقول جواب دیا اور اعتراضات کو رد کیا۔ حاضرین مجلس حسینہ کی فصاحت اور بلاغت خوبی بیان و تقریر سے حیران تھے۔ اور اس کی محبت حاضرین مجلس کے دلوں میں جاگزین ہوگئی۔ حسینہ نے کہا اے ابراہیم مباحثہ کو بہت دیر ہوگئی ہے مجھے اندیشہ ہے۔ کہ کہیں یہ طول خلیفہ کے لئے باعث ملال نہ ہو۔ اگر اجازت ہو تو میں بھی سوال کروں۔ ابراہیم نے کہا تین مسئلہ اور ہیں۔ وہ بھی پوچھ لوں اگر تو نے ان کا جواب دیا تو میں خاموش ہو جاؤں گا۔ حسینہ نے کہا وہ بھی پوچھ لے۔ ابراہیم نے کہا کہ بعد حضرت رسول خدا کے ان کا خلیفہ و قائم مقام کون ہے۔ حسینہ نے جواب دیا وہ سابق الاسلام ہے۔ ابراہیم نے کہا سابق الاسلام کون ہے۔ جواب دیا جو داماد و چچازاد بھائی پیغمبر کا ہے۔ ہارون یہ سن کر بگڑا۔ اور غصّہ ہوا۔ ابراہیم بن خالد نے ہارون کو اپنا طرفدار جان کر دلیر ہو کر کہا۔ اے حسینہ کس دلیل سے تو کہتی ہے کہ علیؑ سابق الاسلام ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ابوبکر صدیقؓ سابق الاسلام ہیں اس لئے کہ جب پیغمبرؐ خدا نے دعوت اسلام دی۔ تو ابوبکر کی عمر چالیس سال کی تھی۔ اور علیؑ بچے تھے۔ اور بچے کا ایمان و طاعت اور کفر و معصیت قابل اعتبار و اعتماد نہیں ہے۔ اے ابراہیم اگر میں بچے کا ایمان و کفر اور طاعت و معصیت کا قابل اعتبار ہونا اور مستحق ثواب و عذاب ہونا ثابت کردوں تو تو اقرار امامت و وصایت امیرالمومنین علی ابن ابیطالبؑ کرے گا۔ ابراہیم نے کہا ہاں اگر حجت و دلیل سے ثابت کریگی تو قبول کروں گا۔

حسینہ نے کہا کیا کہتا ہے۔ تو نص قرآنی میں کہ صریح اور ظاہر ہے قصہ موسٰی و خضر علیہما السلام میں کہ حضرت خضرؑ نے اس لڑکے کو قتل کیا اور قرآن مجید اس پر ناطق ہے۔

فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا۔ سورہ ۱۸ آیہ ۷۳ ترجمہ پھر دونوں کے دونوں آگے چلے۔ یہاں تک کہ دونوں ایک لڑکے

سے ملے تو اس بندۂ خدا (حضرت خضرؑ) نے اسے جان سے مار ڈالا موسیٰ نے کہا (اے معاذ اللہ) کیا آپ نے ایک معصوم کو مار ڈالا ہے۔ (اور وہ بھی اسکی خون کے بدلے میں نہیں آپ نے تو یقینی ایک عجیب حرکت کی۔ .... بعد اس کے جبکہ حضرت موسیٰ نے حضرت خضرؑ پر اعتراض کیا کہ تم نے اس لڑکے کو کیوں قتل کیا۔ اس وقت حضرت خضرؑ نے جواب دیا وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ اَبَوَاهُ مُوْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۔ سورۃ ۱۸، آیہ ۸۰ ترجمہ (جس کو میں نے مار ڈالا) اس کے ماں باپ دونوں سچے ایماندار ہیں مجھ کو یہ اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ بڑا ہو کر ان کو بھی اپنے سرکشی اور کفر میں پھنسا دے۔ اے ابراہیم اب بتا کہ اس لڑکے کا قتل کرنا حق تھا یا حضرت خضرؑ ظالم تھے۔ اگر تو یہ کہے۔ کہ حضرت خضرؑ ظالم تھے۔ تو نہ چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ ظالموں کی مدح کرے اور مدح حضرت خضرؑ کی قرآن میں صریح ہے۔ اور حضرت خضرؑ پیغمبر بزرگ ہیں۔ یہ سن کر ابراہیم نے گردن جھکالی اور خاموش ہوگیا حسینہ بولی اے ابراہیم خاموش کیوں ہے۔ جواب کیوں نہیں دیتا اور کیوں سر جھکا لیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سوائے عداوت و عناد کے تجھے کچھ نہیں آتا۔ اے ابراہیم خدائے تعالیٰ خالق عالم ہے۔ سچ بیان کرنا کہ یہ نقل جو میں تجھ سے بیان کرتی ہوں۔ تیری نظر سے گزری ہے۔ اور اصحاب روایات سے یہ حدیث سنی بھی ہے یا نہیں۔ اور ان تمام علماء سے جو اس وقت حاضر ہیں۔ گواہی طلب کرتی ہوں۔ اس وقت ابراہیم نے کہا اے حسینہ بیان کر وہ کون سی روایت ہے۔ اور کس طرح ہے۔ حسینہ نے کہا۔ روایت کی ہے مجاہد نے ابو عمران سے اور انہوں نے ابو سعید خدری سے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک دن خدمت بابرکت حضرت رسول خداؐ میں بیٹھے تھے کہ سلمان فارسی ابو ذر غفاری، مقداد بن اسود و عمار بن یاسر و حذیفہ یمانی۔ ابو الطفیل عامری آئے ان کے چہروں سے آثار حزن و ملال ظاہر تھے۔ ان سب نے عرض کی یا رسول اللہ ہم بعض باتیں اہل بغض و حسد سے آپ کے چچا زاد بھائی کے حق میں ایسی سنتے ہیں۔ کہ جن سے ہمیں رنج ہوتا ہے۔ اور ناگوار گزرتی ہیں۔ حضرت نے کہا وہ کیا کہتے ہیں میرے بھائی حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ کے حق میں انہوں نے عرض کیا۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ تمہارے پیشوا و مقتدا علیؑ کو دوسروں کے مقابلہ میں سبقت اسلام میں کیا شرف و بزرگی حاصل ہے۔ جب کہ وہ اس زمانے میں طفل (بچے) تھے۔ حضرت نے فرمایا میں تمہارے اس غم اندوہ کو دور کرتا ہوں۔ اور ایسا خوش کرتا ہوں۔ کہ تمہارے دل روشن ہو جائیں گے قسم اس خدا کی جس نے مجھے مبعوث برسالت کیا ہے۔ تم سے ایک حکایت بیان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے اس کی خبر دی ہے۔ شاید تم نے بھی کتب سابقہ میں پڑھا ہوگا۔ کہ جب حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ تو نمرود نے اپنی سلطنت سے مع ان کی والدہ کے نکال دیا تو ان کی والدہ نے وقت غروب آفتاب ایک پارچہ درخت کی چھال کا ان کو پہنایا اور کنارہ جو تھے آپ ان کو لے گئیں اور اس جگہ ان کو رکھا پس ابراہیمؑ اس وقت کھڑے ہوئے اور ہاتھ اپنے منہ اور سر پر پھیرنے لگے۔ اور کلمہ توحید زبان پر جاری کیا۔ اور

جس کپڑے میں آپ تھے۔ اس سے منہ اور ہاتھ صاف کرنے لگے۔ جب یہ حال
ان کی مادر گرامی نے دیکھا۔ تو بہت ڈریں چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا
ہے۔ وَكَذَٰلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ
كَوْكَبًا قَالَ هَٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي
لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ
هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ
مِّمَّا تُشْرِكُونَ۔ سورہ ۶ آیہ ۷۲ تا ۷۹

ترجمہ:۔ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو سارے آسمان اور زمین کی سلطنت کا (انتظام) دکھاتے رہے تاکہ وہ (ہماری) (ہدایت کا) یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔

توجب ان پر رات کی تاریکی چھا گئی۔ تو ایک ستارے کو دیکھا تو دفعتاً بول اٹھے۔ (ہائیں کیا) یہی میرا خدا ہے۔ پھر جب وہ ڈوب گیا۔ تو وہ کہنے لگے۔ غروب ہو جانے والی چیز کو تو میں خدا بنانا پسند نہیں کرتا۔ پھر جب چاند کو جگمگاتے ہوئے دیکھا۔ تو بول اٹھے (کیا) یہی میرا خدا ہے۔ پھر جب وہ بھی غروب ہو گیا۔ تو کہنے لگے۔ اگر (کہیں میرا (اصلی) پروردگار میری ہدایت نہ کرتا تو گمراہ لوگوں میں ہو جاتا۔ پھر جب آفتاب کو دمکتا ہوا دیکھا۔ تو کہنے لگے (کیا) یہی میرا خدا ہے۔ یہ تو سب سے بڑا (بھی) ہے۔ پھر جب یہ بھی غروب ہو گیا۔ تو کہنے لگے۔ اے میری قوم جن چیزوں کو تم لوگ (خدا کا شریک بناتے ہو

ان سے میں بے زار ہوں (یہ ہرگز خدا نہیں ہو سکتے)۔ (یہ ایمان طفل نابالغ کا ہے) اے گروہ صحابہ جانو کہ موسیٰ بن عمران کی تلاش میں فرعون تھا۔ حاملہ عورتوں کے شکم چاک کراتا اور لڑکوں کو قتل کرتا تھا کہ اگر موسیٰ شکم میں ہوں تو مارے جائیں۔ جب موسیٰ پیدا ہوئے تو انہوں نے پیدا ہوتے ہی اپنی ماں سے کہا اے مادر گرامی مجھ کو ایک صندوق میں رکھ کر دریا میں بہا دیجئے۔ جب موسیٰ کی والدہ نے یہ کلام سنا تو ڈریں اور کہا۔ کہ تو دریا میں غرق و ہلاک ہو جائے گا۔ موسیٰ نے کہا اے مادر گرامی کچھ خوف نہ کرو خدائے تعالیٰ میرا نگہبان ہے۔ اور مجھے سلامت آپ کے پاس پہنچا دے گا۔ پس حضرت موسیٰ کی والدہ نے ان کو صندوق میں رکھ کر دریا میں چھوڑ دیا۔ اور پانی نے صندوق کو دریا کے کنارے پہنچا دیا۔ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے ان کو سلامتی کے ساتھ ان کی ماں تک پہنچا دیا۔ اور سات روز تک بعض کا کہنا ہے۔ کہ سات ماہ تک کچھ کھایا نہ پیا۔ اور خدا نے ان کے حال کی ان کی ماں کو خبر دی۔

وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ عَيْنِي إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ
مَن يَكْفُلُهُ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ
وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ فُتُونًا
سورہ ۲۰ آیہ ۴۱ و ۴۲

ترجمہ:۔ تاکہ تم میری خاص نگرانی میں پالے پوسے جاؤ۔ (اس وقت) جب تمہاری بہن چلی (اور فرعون کے گھر میں آکر) کہنے لگی۔ کہ کہو تو میں تمہیں

ایسی د بتا دوں جو اسے اچھی طرح پالے تو ر اس تدبیر سے ہم نے پھر تم کو
تمہاری والدہ کے پاس پہنچا دیا۔ تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ اور
(تمہاری جدائی پر) کڑھے نہیں۔ اور تم نے ایک شخص (قبطی) کو مار ڈالا اور
سخت پریشان تھے۔ تو ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی۔ تو ہم نے تمہارا
اچھی طرح امتحان کرلیا۔

ونیز خداوند عالم حضرت عیسیٰ کے بارے میں فرماتا ہے۔

فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا۔ سورہ ۱۹ آیہ ۲۴

پس جبرئیل نے مریم کے پائیں کی طرف سے آواز دی تم کڑھو نہیں۔ دیکھو تو تمہارے
پروردگار نے (قریب ہی) نیچے ایک چشمہ جاری کر دیا ہے۔

پس حضرت عیسیٰ اپنی ماں سے باتیں کرنے لگے۔ جب کہ ان کی عمر تین دن کی تھی
اور ایسی دلیل کے ساتھ کہ قرآن مجید نے ان الفاظ میں دہرایا کہ جب حضرت
مریمؑ پر لوگوں نے اعتراض کئے کہ یہ بچہ بغیر شوہر کے کہاں سے لے آئیں۔

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا قَالَ
اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِىْ
بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ـــ سورہ ۱۹ آیہ ۲۹ و ۳۰

ترجمہ:- پس مریمؑ نے اس لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ (کہ جو کچھ پوچھنا ہے اس
سے پوچھ لو) وہ بولے (بھلا) ہم گود کے بچے سے کیونکر بات کریں۔ تو اس
پر وہ بچہ (قدرت خدا سے) بول اٹھا کہ میں بے شک خدا کا بندہ ہوں مجھ کو
اس نے کتاب (انجیل) عطا فرمائی ہے۔ اور مجھ ہی نبی بنایا ہے۔ اور میں (چاہے)

کہیں رہوں۔ مجھ کو مبارک بنایا۔ اور میں جب تک زندہ رہوں۔ نماز
پڑھنے زکوٰۃ دینے کی تاکید کی ہے۔

یعنی خداوند عالم نے عالم طفولیت اور بچپنے میں عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب
اور نبوت دی۔ اور اس حال میں ان کو وصیت کی نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے
کی۔ اور عیسیٰؑ تین روز کے تھے۔ کہ متکلم ہوئے۔ اے میرے صحابہ یہ جانو
خدائے عزوجل نے مجھے اور علیؑ کو ایک نور سے پیدا کیا۔ اور ہم صلب آدمؑ
میں خدا کی تسبیح کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم کو منتقل کیا اللہ تعالیٰ نے اصلاب
طاہرہ سے ارحام زکیہ کی طرف اور ہماری تسبیح و ذکر کو جو ہم رحموں اور پشتوں
میں کرتے تھے۔ ہر وقت اور ہر دور میں ہمارے ماں باپ سنتے تھے۔
یہاں تک کہ ہم پشت عبدالمطلب میں پہنچے اور ہمارا نور ہمارے باپ
دادا کے چہروں سے روشن و ہویدا تھا۔ اس وقت وہ نور دو حصوں میں
تقسیم ہو کر آدھا صلب عبداللہ میں اور آدھا صلب ابوطالبؑ میں منتقل
ہوا۔ جب وہ لوگوں کے درمیان بیٹھتے تو ہمارا نور چمکتا۔ یہاں تک کہ ہم
ماؤں کے شکم میں آئے۔ اس وقت کہ علیؑ متولد ہوئے۔ جبرئیل
امین میرے پاس آئے۔ اور کہا اے حبیب خدا پروردگار عالم آپ کو سلام
کہتا ہے۔ اور علیؑ کے پیدا ہونے کی مبارکباد دیتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ اے
میرے حبیب اب تیری نبوت کے ظاہر ہونے کا اور نزول وحی کا وقت قریب آ پہنچا
اور میں نے تجھ کو تیرے بھائی تیرے وزیر تیرے خلیفہ علیؑ ابن ابیطالبؑ کی
قوت و طاقت سے مؤید کیا۔ اور تیرا نام اس سے بلند ہوگا۔ اور تیری نسل

اس سے قایم اور باقی رہے گی۔ جب علیؑ متولد ہوئے تو فاطمہ بنت اسد نے
علیؑ کو میرے ہاتھوں پر رکھا اور میں نے اپنی گود میں لیا۔ اس وقت
علیؑ نے اپنی انگشت شہادت اپنے کانوں پر رکھی۔ اور میری رسالت کا اقرار کیا
اور کہا یا رسول اللہ کچھ پڑھوں قسم بخدا علیؑ نے پڑھنا شروع کیا ان صحیفوں
کو جو خدائے عزوجل نے آدمؑ و شیثؑ کی طرف بھیجے تھے۔ اوّل سے
آخر تک ان صحف کو اس طرح پڑھا۔ کہ اگر آدمؑ و شیثؑ ہوتے تو اقرار کرتے
کہ علیؑ ہم سے زیادہ تر حافظ ہے۔ بعد اس کے توریت موسیٰ انجیل عیسیٰؑ اور
زبور داؤد علیہم السلام کو اس خوش الحانی سے پڑھا کہ اگر وہ صاحبان کتاب
موجود ہوتے تو انصاف کرتے۔ اور داد دیتے کہ علیؑ ہم سے زیادہ آگاہ ہے۔
اور اس نے قرآن مجید کی تلاوت کی جس کو خداوند عالم نے مجھ پر نازل کیا
علیؑ نے قرآن کو اس طرح پڑھا کہ میں جس طرح قرآن کا حافظ ہوں۔ علیؑ
بھی اسی طرح قرآن کا حافظ ہے۔ بعد ازاں علیؑ اور مجھ میں باتیں ہوئیں جس
طرح انبیاء اور اوصیا میں ہوتی ہیں۔ اس کے بعد علیؑ نے طفولیت کی طرف
رجوع کی اور میں نے علیؑ کو فاطمہ بنت اسد مادر علیؑ کو دے دیا۔
اے دوستوں میرے تم دشمنوں کے کہنے پر کیوں رنجیدہ ہوتے ہو۔
اہل شرک و شک کی باتوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ اور حضرت رسول اللہ نے فرمایا۔
کہ میں تمام انبیاء اور رسل سے افضل ہوں۔ اور میرا وصی علیؑ تمام وصیوں
سے افضل و اعلیٰ ہے۔ اس وقت سلمان فارسی اور سب اصحاب کبار
حد درجہ خوش ہوئے۔ اور ہنستے ہوئے اٹھے اور درود و سلام محمدؐ و آل محمدؐ

پر بھیجنے لگے۔ اور کہتے تھے۔ نَحْنُ الْفَائِزُوْنَ یعنی ہم ہی کامیاب ہیں۔
اور حضرت رسول خدا نے فرمایا۔ کہ واللہ تم رستگار رہو۔ اور بہشت خاص
تمہارے واسطے پیدا کیا گیا ہے۔ اور دوزخ تمہارے دشمنوں
کے واسطے اور تمہارے آقا مولا علیؑ کے دشمنوں کے واسطے ہے
جب حسنیہ کی تقریر یہاں تک پہنچی تو ہارون اور اکثر علماء رونے لگے اس
وقت ابراہیم بن خالد کو بات کرنے کی مجال نہ تھی۔ خاموش بیٹھا ہوا تھا
کہ حسنیہ نے کہا اے علماء۔ اور اے شافعی اور اے فلاں اور فلاں خدا
کے واسطے سچ کہنا اور باتیں نہ بنانا۔ یہ روایت جو میں نے بیان کی ہے
صحیح ہے۔ اور تمہاری نظروں سے بھی گذری ہے۔ یا نہیں۔ اکثر علماء نے جو
حاضر تھے۔ بولے اے حسنیہ یہ حدیث ایسی نہیں ہے جس سے
انکار کیا جا سکے۔ حسنیہ نے کہا اے ابراہیم تو قائل ہے۔ افضلیت پیغمبر
کا سب نبیوں سے وہ بولا ہاں حسنیہ نے کہا اے ابراہیم تو معترف ہے۔ کہ خدا
تعالیٰ نے امیر المؤمنین علیؑ کو نفس رسول کہا۔ اور قرآن مجید میں اشارہ ہے۔
قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَ
اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ

ونسآءنا

سورہ آل عمران آیہ ۶۱۔

ترجمہ

کہو آؤ ہم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) اور تم اپنی عورتوں
اور ہم اپنی جانوں کو (بلائیں) اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب مل کر
(خدا کی بارگاہ میں) گڑگڑائیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ اگر اس

میں تجھ کو کلام ہو تو بیان کرتا کہ تمام مفسرین و محدثین کے سامنے تجھ پر ثابت کردں۔ ابراہیم نے کہا حاشا میں کب انکار کرسکتا ہوں قرآن کا۔ حسینؑ نے کہا اے دشمن خدا اور رسولؐ اور اے بے انصاف دشمن دین اور اے معاند خاندان طیبین و طاہرین بعد اس کے کہ تو قائل قرآن و حدیث ہے۔ اور یا جو دیکھے علیؑ مرتضیٰ نفس رسولؐ اور برادر رسول ہیں۔ اور افضل انبیا و رسلؑ ہے۔ پس تو کس وجہ سے اعتبار و اعتراف نہیں کرتا کہ امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ سابق الاسلام ہیں۔ اور افضل اوصیا ہیں مثل ابراہیم خلیل اللہ کے جو جد بزرگوار ان کے تھے۔ اور موسیٰ و عیسیٰؑ کہ جنہوں نے وقت ولادت و طفولیت کلام کیا اور خدا پر ایمان لائے پس کس واسطے تو نہیں مانتا کہ علیؑ وقت ولادت ایمان کامل رکھتے تھے و اقرار ایمان و اسلام کیا حالانکہ علیؑ برادر رسولؐ اور ابن عم رسولؐ ہیں۔ اور دین اسلام ان کی وجہ سے قوی و قائم ہوا۔ اور خدائے تعالیٰ نے علیؑ کو باسم ولی پکارا اور حضرت رسول خدا نے ان کی ایک ضربت کو روز خندق افضل عبادت و اطاعت جن و انس قرار دیا۔ اور یہ حدیث تمہارے عالموں سے ہے اور تمہارے ہی طرق میں وارد ہے۔ اور تمہاری ہی کتابوں میں مذکور ہے کہ۔ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اٰدَمَ فِیْ عِلْمِہٖ وَاِلٰی نُوْحٍ فِیْ تَقْوٰہُ وَاِلٰی اِبْرَاہِیْمَ فِیْ حِلْمِہٖ وَاِلٰی مُوْسٰی فِیْ ہَیْبَتِہٖ وَاِلٰی عِیْسٰی فِیْ زُہْدِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْطَالِبٍ۔ ترجمہ:۔ جو کوئی چاہئے کہ آدم کو ان کے علم میں نوح کو ان کی پرہیزگاری ابراہیم کو حلم و بردباری میں موسیٰ کو

ہیبت و شکوہ میں عیسیٰؑ کو بندگی و عبادت میں دیکھے پس وہ علی ابن ابیطالبؑ کو دیکھے۔

جب رسول اللہ نے علیؑ کو پیغمبران اولوالعزم کے برابر جانا اور تمہارا گمان بھی یہ ہے کہ طریقہ اہلبیت میں علیؑ تمام انبیا اور رسل سے افضل ہیں سوائے حضرت رسول خدا کے اور بعد رسول خدا وہ تمام عالم سے افضل ہیں۔ پس کس واسطے تو قیاس کرتا ہے کہ ایمان طفل کا معتبر نہیں ہے۔ اور معترف نہیں ہوتا علیؑ کے سابق الاسلام ہونے پر حالانکہ علیؑ نے حالت طفولیت میں امامت پائی۔ اور وہ وصی رسول تھے۔ اور حافظ صحف و توریت انجیل و زبور و قرآن تھے۔ اور تمام اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ

عَلِیٌّ لَمْ یُشْرِکْ بِاللہِ طَرْفَۃَ عَیْنٍ ۔

"علیؑ نے چشم زدن کے لئے بھی شرک باللہ نہیں کیا۔"

اور ابوبکر نے چالیس سال کی عمر میں عبادت لات و عزیٰ چھوڑ کر اسلام قبول کیا۔ اور حسن اعتقاد سے ہرگز موافقت رسولؐ نہ کی اور ہر حال میں مخالفت خدا و رسولؐ کی۔ باوجود ان تمام قباحتوں کے ان کو مومن جانتا ہے اور اعتبار نہیں کرتا۔ ایمان علیؑ مرتضیٰ پر کہ خدائے تعالیٰ نے ان کی عصمت و طہارت کی گواہی دی۔ عجب بغض و عداوت ہے تم کو خاندان نبوت سے اس تقریر لاجواب کے سننے کے بعد ابراہیم بن خالد عوفی گویا مرض قولنج میں مبتلا ہوگیا۔ اور سر جھکا کر کہنے لگا۔ کہ اے حسینؑ میں اس مسئلہ سے میں درگزرا۔ لیکن اب میرا یہ سوال ہے۔ کہ عباسؓ و علیؑ سے حق کیا کہتی

ہے کہ جب انہوں نے میراث پیغمبر خدا میں باہم منازعہ کیا اور ان میں
سے ہر ایک کہتا تھا۔ کہ میراث میرا حق ہے۔ اور فیصلہ کے لئے ابوبکر کے
پاس گئے۔ جب دو مخاصمین باہم نزاع کرتے ہیں۔ تو ضرور ہے۔ کہ ان میں
سے ایک حق پر ہو۔ اور دوسرا باطل پر۔ غرض ابراہیم کی اس مسئلہ
سے یہ تھی۔ کہ اگر حسینہ کہتی ہے۔ کہ عباسؓ حق پر نہ تھے۔ تو ہارون کے
ہاتھ سے ماری جائے گی۔ اس لئے کہ ہارون خود پانچواں عباسی خلیفہ ہے
اور اگر کہتی ہے کہ علی مرتضیٰ حق پر نہ تھے۔ تو اس کے مذہب کا بطلان ہوگا
اور اس کے دین دآئین کا ضعف ظاہر ہوگا۔ اور اپنے دعوے میں جھوٹی
ثابت ہوگی۔ حسینہ نے کہا اے ابراہیم تیرے اس سوال کا جواب قرآن
مجید سے حاصل ہے۔ ابراہیم نے کہا وہ کون سا ہے۔ حسینہ نے کہا حق
تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو خطاب فرمایا ہے۔

وَهَلْ أَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ إِذْ دَخَلُوا
عَلٰى دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغٰى
بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا
إِلٰى سَوَاءِ الصِّرَاطِ إِنَّ هٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً
وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ

سورہ ۱۸ ص آیہ ۲۱ تا ۲۳ ۔

ترجمہ:- اے رسول تم تک ان دعویداروں کی بھی خبر پہنچی ہے۔ کہ
جب وہ حجرہ (عبادت) کی دیوار پھاند پڑے اور جب داؤد کے پاس

آ کھڑے ہوئے۔ تو وہ ان سے ڈر گئے۔ ان لوگوں نے کہا۔ کہ آپ ڈریں
نہیں۔ (ہم دونوں) ایک مقدمہ کے فریقین ہیں۔ کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے
پر زیادتی کی ہے۔ تو آپ ہمارے درمیان ٹھیک فیصلہ کر دیجئے۔ اور
انصاف سے گذر نہ کیجئے۔ اور ہمیں سیدھی راہ دکھا دیجئے (رُوئیداد یہ ہے کہ)
یہ شخص میرا بھائی ہے۔ اور اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے
پاس صرف ایک دنبی ہے۔ اس پر بھی یہ مجھے کہتا ہے۔ کہ یہ دنبی بھی مجھی کو دیدے
اور بات چیت میں مجھ پر سختی کرتا ہے۔ اور تفسیر میں آیا ہے۔ کہ وہ جھگڑے
والے جو حضرت داؤد کے پاس آئے تھے۔ ایک جبرئیل تھے۔ اور دوسرے
میکائیل اور حاکم وقت داؤد تھے

اے ابراہیم اب تو ہی بتا کہ کون حق پر تھا جبرائیل یا میکائیل ابراہیم نے
کہا جبرائیل و میکائیل دونوں حق پر تھے۔ اور سہو داؤد کا تھا۔ اس لئے واسطے
تنبیہ و آگاہی داؤد کے لئے آئے تھے۔ حسینہ نے کہا۔ اللہ اکبر علیؑ و عباسؓ
دونوں حق پر تھے۔ اور سہو ابوبکر کا تھا۔ دونوں تنبیہ کے واسطے ابوبکر
کے پاس آئے تھے۔ عباسؓ کہتے تھے۔ میراث ہی میرا حق ہے۔ کہ میں پیغمبر
کا چچا ہوں۔ اور علیؑ کہتے تھے میراث میرا حق ہے۔ کہ میں ابن عم و داماد
و بھائی اور وصی پیغمبر ہوں۔ اور ان کی دختر نیک اختر فاطمہ زہرہ سیدۃ النسا
میرے گھر میں ہے۔ اور حسنؑ و حسینؑ سردار جوانان اہل بہشت میرے
فرزند ہیں۔ اور میں بحکم آیہ کریمہ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ نفس رسول ہوں۔
" جب ابوبکر نے یہ حکایت ان سے سنی تو کہا واللہ میں نے پیغمبر خدا سے سنا

ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ کہ اے علیؑ تو میرا وصی و وارث ہے۔ اور میرے دین کا قاضی ہے۔ جب عباس نے ابوبکر سے یہ سنا تو بیتاب ہوگئے اور کہا اے ابوبکر جب خود تم نے پیغمبر سے یہ کلام سنا ہے۔ تو کس واسطے شاہ مرداں کی مخالفت کی اور کیوں تخت خلافت پر بیٹھے۔ اور علی کے حق کو ضایع کیا۔ اور کیوں خدا و رسولؐ کی مخالفت اختیار کی جب ابوبکر نے یہ سنا تو جانا۔ کہ مجھ ہی کو الزام دینے آئے ہیں۔ اور دعویٰ میراث کو فقط بہانا بنایا ہے۔ تو کہنے لگے۔ تم مجھی سے جھگڑنے آئے ہو۔ اس طرح کی دو چار باتیں کیں۔ اور اٹھ کر چلے گئے جب ابراہیم نے یہ تقریر تاثیر سنی تو کہنے لگا چونکہ میں اس مسئلہ سے بھی درگذرا۔

اب بتا کہ عباسؓ افضل تھے یا علیؑ حسنیہ نے کہا تو ہی بتا کہ حمزہؓ افضل تھے یا محمدؐ تو عباسؓ علیؑ میں کیا بحث کرتا ہے اگر عباسؓ افضل تھے۔ تو فخر علیؑ تھا کہ جس کا چچا ایسا ہو۔ اور اگر علیؑ افضل تھے۔ تو عباسؓ کو فخر تھا جس کا بھتیجا ایسا ہو۔ ہارون حسنیہ کی فصاحت و بلاغت کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور ابراہیم کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ کہ حیرت ہے تیرے اس علم و فضل اور شہرت پر کہ تجھ کو حاصل ہے۔ حسنیہ نے کہا اے خلیفہ میں نے تیرا اسی مسئلوں کا جواب دیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو میں بھی ایک مسئلہ دریافت کروں۔ اگر اس نے جواب دیدیا تو میں قائل ہو جاؤں گی۔ ہارون نے کہا۔ دریافت کر جو کچھ تجھ کو پوچھنا ہے حسنیہ نے کہا اے ابراہیم پیغمبر خدا نے انتقال کے وقت اپنا وصی مقرر کیا یا نہیں۔ ابراہیم نے جواب دیا نہیں

حسنیہ نے کہا۔ خطا کی یا صواب اور جو کچھ خلفا نے سقیفہ بنی ساعدہ میں کیا خطا کی یا صواب۔ پس پیغمبر نے خطا کی یا اصحابؓ نے ابراہیم سکتہ میں رہ گیا۔ اور کوئی جواب بن نہ پڑا اس واسطہ کہ اگر کہتا ہے کہ پیغمبر نے خطا کی تو دین و شرع میں نقصان لازم آتا ہے۔ اور اگر کہتا ہے۔ کہ خلفا نے خطا کی مدعا حسنیہ کا ثابت ہوتا ہے۔ اور اپنے مذہب کا بطلان اور مارے جانے کا اندیشہ تھا۔ اسی فکر و خیال میں غرق تھا۔ اور خاموش بیٹھا تھا۔ تمام حاضرین جلسہ پر روشن و ثابت ہو گیا۔ کہ حسنیہ نے ابراہیم کو عاجز کر دیا ہے۔ اور اب حالت اضطرار میں ہے۔

تمام خلائق قہقہہ مار کر ابراہیم کو سرزنش کرنے لگی۔ کہ ایسا عالم جید و فاضل ایک کنیز سے عاجز ہو گیا۔ جب ہارون نے ابراہیم کو پریشان و مضطرب دیکھا اور اس کی رسوائی ہوتے دیکھی۔ تو اپنے وزیر یحییٰ برمکی سے کہا۔ کہ ہم نے سنا ہے۔ کہ ایک مدت تک مسئلہ قضا و قدر اور بندوں کے افعال خیر و شر میں علمائے بغداد اور بعض علمائے بنی ہاشم اور فقہائے اجلہ کے درمیان مباحثہ رہا تھا۔ ابراہیم بن خالد سے بھی دریافت کیجئے کہ کیا کہتا ہے۔ دوسرے مسائل میں تو یہ عاجز و مغلوب ہو گیا۔ اور سوا شرمندہ ہوا شاید اس وسیلہ سے اس شرمندگی سے خلاصی پائے۔ ہارون ان مسائل میں متردد رہتا تھا۔ ہر چند علماء دلائل پیش کرتے تھے۔ مگر وہ ایک قبول نہ کرتا تھا۔ اور اسے کسی طرح اطمینان نہ ہوتا تھا۔ اور اصل غرض اسکی یہ تھی۔ کہ دیکھیں اس بات میں حسنیہ کیا کہتی ہے۔ یحییٰ برمکی نے موافق اشارہ ہارون ابراہیم سے سوال

کیا کہتا ہے۔ مقدمہ خیر و شر اور نفع و ضرر میں جو بندوں سے واقع ہوتے ہیں
اور گناہ و کفر و ظلم جو ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ پس ان معاصی و خطا کی
نسبت خدا کی طرف دیتا ہے۔ یا اسکی قضا و قدر سے ہے۔ یا بندے کو اپنے
فعل کا اختیار ہے۔ چنانچہ بنی ہاشم اور ان کے تابعین کا اعتقاد یہ ہے کہ
مطیع مستحق ثواب ہے۔ اور عاصی مستحق عقاب و عذاب ہے۔ تیرے
نزدیک کیوں کر ہے۔ ابراہیم نے کہا اس مسئلہ میں میرا اعتقاد یہ ہے۔
کہ خیر و شر اور نفع و ضرر موافق قضا و قدر خداوند عالم کے ہے۔
لیکن اس کی رضا سے نہیں ہے۔ آدم اور ابلیس کا پیدا کرنے والا بھی وہی
ہے۔ اور پیدا کرنے والا آب و خاک و آتش اور بہشت و دوزخ موت
و حیات، صحت و مرض، ایمان و کفر، طاعت و عصیان، معصیت
کا بھی وہی ہے۔ اور پیدا کرنے والا محبت و عداوت ابراہیم خلیل اور
نمرود کا اور موسٰی اور فرعون و ہامان کا اور محمدؐ و ابوجہل کا اور کافر و
مسلمان کا بھی وہی ہے۔ اور سب اس کی قضا و قدر سے ہی ہے جسینہ
نے جو اس قسم کے مہملات سنے تو تاب ضبط نہ رہی۔ اور کہا اے
ابراہیم خدا سے شرم کر یہ کفر و زندقہ اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے
روا نہ رکھ اور خدا سے ڈر کہ ابلیس کے واسطے حجت و دلیل قائم کرتا ہے
ہوش میں آ تجھ کو اور تجھ سے پہلے جو اس عقیدے پر تھے ان کو قائل
کرنا کوئی بات نہیں بلکہ سہل ہے۔ اول یہ کہ تو نے کہا کہ شر و عصیان
کفر و فسق، قضا و قدر الٰہی سے ہے لیکن اس کی رضا سے نہیں ہے۔

اس میں دو احتمال ہیں۔ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی خود حکم دے اور اس
اپنے حکم پر راضی نہ ہو۔ بسبب عجز و خوف کے یا بسبب مکاری کے اور ذات
مقدس باری تعالیٰ جل شانہٗ ایسی صفات سے منزہ ہے۔ اے ابراہیم
یہ باتیں اس لئے وضع کی گئی ہیں کہ شاید کفر و زندقہ اپنے بزرگوں کا ان باتوں
سے رفع ہو جائے اور کسی پر ظاہر نہ ہو۔
اور تعجب ہے تمہارے اعتقاد پر کہ شر و کفر و فسق سب قضا و قدر
اور رضائے الٰہی سے ہے۔ اور خود ہی اس عقیدے سے شرمندہ ہو۔
ابراہیم نے کہا۔ اے حسینہ تو کلام خدا کو صحیح نہیں جانتی۔ حسینہ نے جواب
دیا کہ واللہ میں کلام خدا کو صحیح جانتی ہوں۔ اور تفسیر و تاویل مشکلات قرآن
مجید کو میں نے پڑھا ہے۔ اُن بزرگوں سے جن کے حق میں اور جن کے بزرگوں کے حق میں
نازل ہوا ہے۔ ابراہیم نے کہا اے حسینہ تو کیا کہتی ہے۔ اس قول خدا میں
کہ فرماتا ہے۔ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ یعنی کہہ
کہ تمام چیزیں اللہ کی طرف سے ہیں۔ اور اللہ ہر شے کا خالق ہے اور اسی طرح دوسری
آیت میں فرمایا ہے۔ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ یعنی
گمراہ کرتا ہے۔ جس کسی کو چاہتا ہے۔ اور ہدایت کرتا ہے جس کسی کو
چاہتا ہے۔ اور اسی طرح دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ
نَفْسٍ هُدٰىهَا یعنی اگر ہم چاہیں تو ہدایت کریں ہر نفس کو (سورہ ۳۲ سجدہ آیہ ۱۳)۔ اسی طرح فرماتا ہے۔ کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى
قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (سورہ بقر آیہ ۷)

یعنی مہر کردی ہے۔ خدائے تعالیٰ نے ان کے دلوں پر۔ اوران کے کانوں پر
اوران کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ کہ بسبب اس کے ایمان نہیں لا سکتے
اے حسینیہ کیا کہتی ہے۔ ان آیات قرآنی کے بارے میں اور کیا اعتقاد
رکھتی ہے۔ ان احکام قرآنی پر حسینہ نے کہا اے ابراہیم آیہ ختم اللّٰہ علیٰ
قلوبھم تا آخر جسکو تو اپنی حجت و دلیل پر گواہ لایا ہے۔ اب تو سن
کہ اکثر آیات قرآنی محمول ہیں۔ ان وجوہات پر کہ جو مطابق و موافق قضایائے عقل
ہیں۔ اوّل یہ کہ تونے کہا قل کل من عند اللّٰہ۔ اگر تو ظاہر معنی پر حکم
کرے۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ تمام اشیاء کا خالق خدا ہی ہووے اور یہ مذہب
ابلیس کا ہے۔ جاننا چاہیئے کہ قرآن میں کل بمعنی بعض کے آیا ہے۔ جیسا
کہ قصہ ابراہیم میں آیا ہے۔ ثم اجعل علیٰ کل جبل منھن جزءً
سورہ ۲ بقر آیہ ۲۶۰ یعنی پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو۔
پس یہاں اگر کل کے معنی تمام کے لئے جائیں۔ تو غیر ممکن ہے۔
کہ تمام دنیا کے پہاڑوں پر جانوروں کے گوشت کے اجزا پھینکے جائیں
یہاں مطلب ہے۔ بعض پہاڑوں پر اور یہ تمام عقلا پر ثابت ہے۔ کہ
کوہ الوند اور کوہ قاف اس جگہ نہ تھے۔

اور اسی طرح قصۂ بلقیس میں فرماتا ہے۔ کہ
من کل شیءٍ ولھا عرش عظیم۔ سورہ ۲۷ آیہ ۲۳۔ یعنی اور اسے
دنیا کی ہر چیز عطا کی گئی ہے۔ اور اس کا ایک بہت بڑا تخت ہے۔
یہاں بھی کل کے معنی بعض کے ہیں۔ کیوں کہ تمام کے معنی ہوں تمام نباتات

بھی اس کے قبضہ میں نہ تھے۔ تمام عقلا جانتے ہیں۔ کہ بادنجان اور
شلغم وہاں نہ تھے۔ پس معنی کل کے یہ ہیں۔ کہ جو چیز ناقص ہے۔ وہ
اللہ کی طرف سے نہیں ہے۔ وہ افعال حسنہ کرتا ہے۔ مثلاً آسمان
زمین عرش و کرسی۔ لوح و قلم انس و جن و ملائکہ۔ اصول و فروع
اور تمام نعمتوں کا پیدا کرنے والا خدا ہے۔ اور ان کا موجد ہے۔
اور خدائے تعالیٰ اس سے پاک و منزہ ہے۔ کہ فعل شر و فساد و ضلالت
و گمراہی۔ ظلم و معاصی۔ اور مثل۔ ان کے پیدا کرے۔

اور یہ جو فرماتا ہے۔ کہ یضل من یشاء و یھدی من یشاء پس جاننا
چاہیئے۔ کہ ہر ایک آیت کے معنی بہت آئے ہیں اور مرجع تمام کے دو
معنی کی طرف ہے۔ ایک بمعنی ارشاد کے ہے۔ اور دوسرے بمعنی لطف
کے ہیں۔ اور یہ دونوں معنی عام ہیں۔ تمام مکلفین کے لئے خواہ مومن ہو خواہ
کافر و نیز جان تو اے ابراہیم اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مومنین کے حق میں الطاف
و ارشاد کیا ہے۔ یعنی رسولوں کا بھیجنا۔ اور قدرت و قوت و عقل کا عطا
کرنا۔ اور ادلہ قائم کرنا وہی کافروں کے حق میں بھی کیا ہے اگر کافروں کے
حق میں الطاف و ارشاد نہ کرتا۔ تو ان کی طرف سے قیامت میں خدا پر
حجت قائم ہوتی۔ کہ اے خدا تو نے ہمارے دلوں اور آنکھوں و
کانوں پر مہر لگا دی ہے۔ اور خود ہی ہم کو تو نے قدرت و قوت دیکھنے اور سننے
اور راہ حق جاننے کی نہ دی ہمارا کیا گناہ ہے۔ پس خدائے تعالیٰ پر کافروں
کی طرف سے الزام عائد ہوتا ہے۔ اور خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں

میں تصریح کی ہے کہ ,, لِئَلَّا یَکُونَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ
بَعْدَ الرُّسُلِ :- سورۃ ۴ نساء آیہ ۱۶۵ تاکہ پیغمبروں کے آنے کے بعد
لوگوں کی خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہ جائے۔
,, فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ ۔سورہ ۶ انعام آیہ ۱۴۹ ۔یعنی واسطے خدا کے
حجت بزرگ ہے ۔- اے ابراہیم خدا نے جہاں کہیں ۔ہدایت کا ذکر کیا ہے
وہ شرط کے ساتھ ہے ۔ اور مراد ہدایت سے زیاتی الطاف و مہربانی
ہے ۔تاکہ واجب نہ ہو جائے ۔ خدا پر راہ بہشت کا دکھلانا ان لوگوں پر جو
گنہگار ہیں اور اگر چاہے ۔ تو اپنے کرم و فضل سے انکے گناہوں سے درگزر
کرے ۔ اور راہ بہشت ان کو دکھائے ۔ اور داخل بہشت کرے
اور اے ابراہیم اضلال کے بھی بہت معنی ہیں ۔ اور بہت سے
معنی استعمال کئے ہیں ۔ اور معنی اصلی اس کے ہلاکت کے ہیں ۔ اور
اضلال کو جب خدا کی طرف نسبت دیں ۔ تو معنی اس کے ہلاکت و
وعذاب کے ہیں ۔ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ ۔سورہ ۱۴ ابراہیم آیہ ۲۷
یعنی عذاب و عقاب کرے گا ۔خدا ظالموں پر بسبب ان کی گمراہی کے
اور اگر اس جگہ اضلال بمعنی گمراہ کرنے کے ہوں ۔ تو ظالموں کو گمراہ کرنے
کے کیا معنی وہ تو خود گمراہ ہیں ۔ اے ابراہیم یہ معنی جس کی نسبت تو خدا
کی طرف کرتا ہے ۔ خدائے تعالیٰ نے اس معنی کو اپنے غیر کے حوالہ
فرمایا ہے ۔ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْکُمْ جِبِلًّا کَثِیْرًا ۔سورہ ۳۶ آیہ ,, ,,
یعنی شیطان رجیم تم میں سے بہتوں کو گمراہ کرے ــــ اور اس کی سند فرعون

کی طرف بھی کی گئی ہے ۔ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَہٗ وَمَا ھَدٰی ۔
سورہ طٰہٰ ۲۰ آیہ ۔ یعنی فرعون نے گمراہ کیا ۔ اپنی قوم کو پس اگر خدا خود بندوں
کو گمراہ کرتا تو اس کی سند دوسروں کی طرف نہ کرتا ۔ اے ابراہیم تو جو یہ معنی
بیان کرتا ہے ۔ کہ خدائے تعالےٰ کافروں کو گمراہ کرتا ہے ۔ یہ محض افتراد
دروغ ہے ۔ اور کلمۂ کفر ہے ۔کہ خدا فرماتا ہے ۔
اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔ سورہ ۱۶ النحل آیہ ۱۰۵
جھوٹ بہتان تو بس وہی لوگ باندھا کرتے ہیں ۔ جو خدا پر ایمان نہیں
رکھتے ۔پس لازم ہے ۔ تاویل کرنا ان آیات میں جہاں گمراہی کی اضافت
خدا کی طرف ہے ۔ جیسے یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ یعنی
گمراہ کرتا ہے خدائے تعالیٰ جس کسی کو چاہتا ہے ۔ اور جب اثر
لطف کا اس میں نہ ہوا ۔ اور جب خدا تعالیٰ بسبب کفر و عصیان کے
بندہ کو ضوب کرے اپنی طرف مثلاً تو کہے ۔ کہ اضلال کیا ہے ۔یعنی گمراہ کیا ہے
پس گمراہی بندہ کی طرف سے ہے ۔ نہ خدا کی طرف سے ہے ۔ اور اے ابراہیم آیہ
خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کا مطلب یہ ہے ۔ کہ اضافت مہر کی دل اور گوش
پر اور اضافت پوشش کی چشم پر اپنی طرف سے ہے ۔ بطور تمثیل کے یعنی جنہوں
نے مقام کیا ہے ۔ کفر پر مانند ان لوگوں کے ہیں ۔ کہ ایمان نہ لا سکیں ۔ گویا
خدائے تعالیٰ نے ان کے لئے پیدا کر دی ہے ۔ اور مہر اور حجاب مانع ایمان
نہیں ہے ۔ اگر مانع ہوتی تو خدائے تعالیٰ نہ فرماتا کہ :
,, بَلْ طَبَعَ اللّٰہُ عَلَیْھَا بِکُفْرِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا

سورہ چار نسار آیۃ ۱۵۵ ۔ خدا نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں
پر مہر لگا دی ہے ۔ تو چند آدمیوں کے سوا یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ اے
ابراہیم تیرے اعتقاد کی بنا پر لازم آتا ہے۔ کہ دعوت انبیاء مذموم و قبیح تھی
اور خدا پر لازم تھا۔ کہ رسول کو خبر کر دیتا۔ کہ فلاں فلاں کو دعوت نہ کرنا۔ کہ
یہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ اس لئے کہ میں ان کا صاحب ایمان ہونا نہیں
چاہتا ہوں۔ اور مہر ان کے دلوں اور کانوں پر لگا دی ہے ۔ تاکہ دعوت
رسول کی بے فائدہ اور عبث نہ ہو۔

" اے ابراہیم جس قدر ہدایت و رہنمائی حضرت پروردگار نے مومنوں
کی کی ہے ۔ اسی قدر کافروں کے واسطے بھی کی ہے۔ پس یقین ہے اور قرآن
مجید اس پر ناطق ہے۔ کہ " اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا
كَفُوْرًا ۔ سورہ دہر ۷۶، آیۃ ۳ " ہم نے اس کو رستہ بھی دکھایا۔
(اب وہ) خواہ شکر گذار ہو خواہ ناشکرا۔ (کافر)

" جب خدائے عزوجل نے یہ فرمایا۔ تو کیونکر کہا جائے کہ خدا نے کافروں
کو ہدایت نہیں کی ہارون اگرچہ مخالف مذہب تھا۔ لیکن یہ مسئلہ اب تک اس
طرح حل نہ ہوا تھا۔ حسینہ کی بحث اس کو بہت پسند آئی اور بہت خوش ہوا
ابراہیم نے حسینہ سے کہا اے حسینہ کیا کہتی ہے۔ اس آیت کے بارے میں
کہ ابراہیم خلیل اللہ نے مشرکوں سے کہا اور قرآن میں صریح وارد ہے۔
" اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ "
سورہ ۳۷، صافات آیۃ ۔ ابراہیم نے کہا ۔ وا افسوس ، تم لوگ اس کی پرستش

کرتے ہو جسے تم لوگ خود تراش کر بناتے ہو۔ حالانکہ تم لوگ جس کو بناتے
ہو۔ سب کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے حسینہ ہنسی اور بولی کہ واللہ تمہارا قرآن
پر اعتقاد نہیں ہے۔ اس لئے کہ تم کلام الٰہی کی تاویل اپنے مطلب کے
موافق کرتے ہو۔ ابراہیم نے کہا کہ اکثر مفسرین زنادقہ کا قول ہے۔ کہ
مَا مَا مصدری ہے ۔ اور تقدیر کلام وہ ہے ۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَعَمَلَكُمْ یعنی
خدا نے خلق کیا تم کو اور تمہارے عمل کو حسینہ نے کہا اے ابراہیم تیرے
کلام کے بطلان پر دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ
یعنی پرستش کرتے ہو۔ اس چیز کی جس کو خود تم نے بنایا ہے ۔ اپنے ہاتھ
سے اور خدا نے پیدا کیا ہے۔ تم کو اور ان چیزوں کو جن سے کہ تم بت بناتے
ہو۔ اور اگر مراد ہوتی کہ خدا نے تمہارے فعل و عمل کو پیدا کیا ہے۔ تو یہ آیت
عذر میں کافروں کے ہوتی۔ اور خدا عذر کرتا واسطے کافروں کے بسبب اسی
عمل کے جو کرتے تھے ۔ اور یہ مناقضہ ہو جاتا کیوں اول کلام ان کی ملامت
پر ہوتا اور آخر کلام ان کے عذر میں اور یہ جمع بین النقیضین ہوتا۔ مضمون
اس آیت کا یہ ہے ۔ کہ وہ بت پرست و بت تراش تھے ۔ اور اس میں کچھ
خلاف نہیں ہے ۔ کہ خدائے تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ تم کو اور جس کی
تم پرستش کرتے ہو۔ یعنی بتوں کی کہ خود تم نے ان کو بنایا ہے ۔ خدا
نے ان کو پیدا کیا ہے ۔ اور جاننا چاہئے ۔ کہ مَا تَنْحِتُوْنَ کا ما "
موصولہ ہو۔ اور ہو سکتا ہے ۔ کہ نکرہ موصوفہ ہو۔ اور وَمَا تَعْمَلُوْنَ کا ما
موصولہ ہے۔ بمعنی اَلَّذِیْ اور اگر حمل کریں اس پر کہ جس سے تمہاری مراد ہے

ژمنا قصہ ہوگا۔ اور دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ نے نسبت اور اضافت عمل کی انکی طرف کی ہے۔ اگر فعل خدا کا ہوتا۔ تو نسبت و اضافت بندہ کی طرف نہ کرتا۔ کیونکہ اضافت بندے کی طرف کی ہے اس لئے فعل بندہ کا ہوا۔ نہ کہ خدا کا فعل اس وجہ سے کہ عقلاً و شرعاً اضافت فعل اور اس کی نسبت اسکے فاعل کی طرف کرتے ہیں اے ابراہیم تمہارا اعتقاد یہ ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ کافر معصیت کرے اور نہیں چاہتا کہ طاعت کرے۔ اور تمہارا یہ اعتقاد مستلزم اشیائے شنیعہ ہے۔ کہ تم خدا کو فاعل قبائح جانتے ہو۔ اور کفر و معاصی فی ما وجود دنیا میں واقع ہوتا ہے کہتے ہو کہ یہ سب اس کی قضا و قدر سے ہے۔ اور تمہارے کلام سے لازم آتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ تمام ظالموں سے زیادہ ظالم ہے اس واسطے کہ عذاب کرے گا۔ کافر کو اس کے کفر کی وجہ سے۔ کہ جس کو (کفر) خود ہی مقدر کیا ہے۔ اور جو خدا عز و جل نے کفر کو کافر میں پیدا کیا ہے۔ اس میں قدرت ایمان کے پیدا کرنے کی نہ ہووے۔ اور بعد اس کے اسکو عذاب کرے بسبب اس کے کفر کے کہ خود اس میں خلق کیا ہو۔ مثلاً بندہ حبشی کو عذاب کرے۔ کہ رنگ تیرا سیاہ کیوں ہے۔ یا بلند قامت شخص کو عقاب کرے۔ کہ تیرا قد بلند کیوں ہے۔ یا پست قد کو عذاب کرے کہ تیرا قد پست کیوں ہے یا ایک لڑکے کے ہاتھ پاؤں باندھ کر پانی میں ڈالا جاتے۔ اور جب اس کے کپڑے پانی میں تر ہو جائیں۔ تو اسے پانی سے نکال کر ماریں کہ تو نے اپنے کپڑے پانی میں کیوں تر کئے۔ پس یہ ظلم صریح ہے۔ اے ابراہیم اگر خلق کفر کافر میں اور خلق فسق فاسق میں اور خلق ظلم ظالم میں خدا نے کیا ہو۔ تو حجت انبیاء کا انقطاع

اور رسولوں پر الزام عائد ہوگا۔ اس لئے جب پیغمبر کافر سے کہے گا۔ کہ تو خدا پر ایمان لا کہ مجھ کو خدا نے راستی خلق کے لئے بھیجا ہے۔ کہ تجھ کو ایمان کی دعوت دوں۔ کافر جواب میں کہے گا۔ کہ اگر خدا نے تجھے ایمان کی طرف بلانے کے لئے بھیجا۔ تو مجھ میں ایمان پیدا کر یا مجھکو قوت مؤثرہ عطا فرماتا کہ میں ایمان لاؤں۔ اور اگر نہیں تو مجھکو ایمان کی تکلیف کیوں کر دو گے کیونکہ مجھ کو ایمان لانے کی قدرت نہیں۔ مجھ میں تو کفر پیدا کیا ہوا ہے پس حجت نبی منقطع ہو جائے گی۔ اور نبی عاجز ہو کر کافر کا جواب نہ دے سکے گا۔

اے ابراہیم اگر خدائے تعالیٰ نے کافرین کفر کو خلق کیا ہو۔ اور پھر اس کو ایمان لانے کی تکلیف دے تو یہ تکلیف ما لا یطاق ہوئی۔ اور یہ عقلاً و شرعاً قبیح و مذموم ہے۔ اور تکلیف ما لا یطاق کی مثال یہ ہے۔ کہ کسی آدمی سے کہیں۔ کہ ہوا میں اڑ تو ظاہر ہے۔ وہ نہیں اڑ سکتا چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد رب العزت ہے۔ کہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔ سورہ ۴ نساء آیۃ ۲۸ خدا چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کر دے۔ کیونکہ آدمی تو بہت کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ پھر فرماتا ہے يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ سورہ ۲ بقرآیۃ یعنی اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے۔ دشواری نہیں چاہتا اسکی

مثالیں بہت ہیں۔ اے ابراہیم جائز نہیں۔ کہ خداتعالیٰ کفر کو کافر میں پیدا کرے
اور پھر خود ہی کہے۔ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ کیسے کفر کیا تم نے اور خود خالق
حق و باطل ہو اور خود ہی کہے کہ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ کس نے
تلبیس کیا تم کو حق سے باطل کی طرف اور خود ان کو اپنے سے دور کرے۔
اور پھر اپنے پاس بلاتے ہوئے کہے۔ ،،
لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ سورہ ۳ آل عمران آیہ کس نے تم کو راہ خدا
سے ہٹایا۔ —— ،، اے ابراہیم اگر کافر میں کفر کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا ہوتا
تو لازم آتا ہے۔ کہ کافر خدا کا مطیع و فرمانبردار ہو کیونکہ جب کفر کو کافر میں خلق کیا
تو گویا اس سے کفر کو چاہتا ہے پس جو مراد اللہ کی تھی۔ وہ کیا پس مطیع ہوا۔
اور یہ عاصی و گنہگار ہوا۔ کیوں کہ کافر دن ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ اور کفر
سے منع کرتا ہے۔ اور خدا نے اس میں کفر کو پیدا کیا۔ اور ایمان کو اس
سے نہیں چاہتا۔ پس تمہارے خیال کے مطابق نبی تو عاصی ہوا۔ اور
کافر مطیع ہوا۔ اے ابراہیم تمہارے قول کی بنا پر لازم آتا ہے۔ کہ رضا خدا
کے قضا و قدر کے ساتھ اس وجہ سے کہ اجماع ہے کہ رضا بہ کفر حرام
ہے۔ اور رضا بہ قضا قدر خدا پر واجب ہے پس اگر کفر موافق قضا و قدر
الٰہی کے ہے۔ تو واجب ہے ہم پر راضی ہونا کفر پر اور یہ کفر ہے۔ اور اے ابراہیم
تمہارے اس اعتقاد سے لازم آتا ہے بیکار ہونا۔ حدود و قصاص اور
رواجر شرعی کا معاصی پر کیوں کہ اگر زنا اور لواطہ اور چوری اور شراب خواری
اور خون ناحق اور تمام گناہ از قسم قمار و طنبور و نرد و شطرنج وغیرہ یہ

ارادہ قضا و قدر خدائے تعالیٰ ہوئے۔ تو امام و حاکم شرع کو جائز نہیں ہے
کہ منع کرے ان گناہوں کے کرنے والے کو۔ اس لئے کہ جو کچھ مراد خدا کی ہے۔
اُسے منع نہیں کر سکتا۔ اور حکم کرے اس چیز کے لئے۔ کہ جو موافق مرضی خدا
کے نہ ہو۔ اور دوسرے یہ لازم آتا ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ چاہنے والا
نقیضین کا ہو۔ اس لئے کہ مراد اس کی معصیت ہے۔ اور خود اس نے مقدر
کی ہے۔ اور امر و نہی و زجر و منع معاصی سے اس کی مراد ہے۔ اور وہی حدود
تعزیرات کا حکم کرے پس اس طرح اجماع بین النقیضین لازم آتا ہے اے
ابراہیم ابو الشعثا روایت کرتا ہے۔ کہ ایک چور عبداللہ بن عباس
کی مجلس میں لائے۔ عبداللہ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ اس وقت حاضر یا
مجلس میں سے ایک شخص نے کہا۔ کہ میں پناہ چاہتا ہوں۔ اللہ کی اس غلط
فیصلے پر عبداللہ بن عباس کو غصہ آگیا۔ اور کہا کہ اگر یہ فیصلہ گناہ ہے۔ تو تیرا
قول اس گناہ سے بدتر ہے۔ اس شخص کو مجلس سے نکال دیا گیا۔ اور حکم دیا
کہ اس کو ماریں اور توبہ کرائیں۔ جب ہارون نے حسینہ سے یہ کلام سنا تو بہت
خوش ہوا۔ اس لئے کہ عبداللہ بن عباس اسکے اجداد میں سے تھے حسینہ
نے کہا۔ اے ابراہیم اگر خالق کفر و معاصی اللہ تعالیٰ ہے۔ تو چاہیے کہ کچھ
فرق نہ ہو۔ تمہارے اور اس آدمی کے درمیان کہ جس نے اپنی تمام عمر میں ہمارے
ساتھ طرح طرح کی نیکیاں کی ہوں۔ اور درمیان اس آدمی کے کہ جس نے اپنی
تمام عمر میں طرح طرح کے ظلم و جور ہم پر کئے ہوں۔ پس اس حساب سے وہ ہم سے
اچھا نہ ہو۔ اور شکر نیکی کرنے والے کا اور مدح اس کی نیکی نہ ہو۔ بلکہ جائز نہ ہو

مذمت بدی کرنے والے کی۔ اس لئے کہ نیکی کرنے والا اور بدی کرنے والا فاعل مختار نہ ہو۔ تو مدح وذم ان کی طرف راجع نہ ہو گی۔ اور جاننا چاہیے کہ فعل عمر کے عوض زید کی مدح نہیں کرتے ہیں۔ پس چونکہ مدح وذم کہ وصف فعل ہے ہمارے ساتھ راجع ہے۔ لازم ہے کہ نفس ہمارے فعل کا بھی ہماری طرف راجع ہو۔ اور بایں تقدیر رسولوں کا بھیجنا اور کتابوں کا نازل کرنا اور بہشت و دوزخ سب بے فائدہ اور عبث ہوں گے۔

اے ابراہیم یہ مذہب ابلیس کا ہے۔ کہ اس نے کہا رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ یعنی پالنے والے تو نے تو خود ہی مجھے بہکا دیا ہے۔

اور چونکہ تم اہل جبر سے ہو۔ اور شیطان کیلئے دلیل قائم کرتے ہو۔ اور ان عقائد کو بنی امیہ اور ان کے تابعینؒ نے علماء اور اصحاب حدیث سے کہ جو ان کے تابع تھے۔ ابلیس سے حاصل کیا ہے۔ اور دین کو دنیا کے عوض بیچا اور تم بھی اس گروہ کی متابعت کرتے ہو۔ جب حسینہ کی تقریر یہاں تک پہنچی تو ابراہیم بن خالد و علماء بغداد نے یکبارگی شور و غل بلند کیا۔ اور فریاد کرنے لگے۔ کہ اے کنیز کہاں تک مذہب اسلام پر طعن کرے گی۔ اور سب نے حسینہ کے قتل کا ارادہ کیا۔ ،، ،،

تو ہارون یہ دیکھ کر غصہ ہوا۔ اور کہنے لگا اے ابراہیم شرم نہیں آتی۔ کہ ایک کنیز دلائل و براہین سے تمہاری تکفیر کرتی ہے۔ اور تم عاجز ہو رہے ہو اور کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔ باوجود قائل ہونے کے اس پر سختی کرتے ہو۔ اور قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ حسینہ نے کہا اگر مباحثہ و مناظرہ موجب ملال خلیفہ تعالیٰ

نہ ہو تو ایک ہفتہ تک اسی طرح دلیلیں قائم کرتی رہوں۔ ہارون نے کہا تو بیان کر جو کچھ تجھے معلوم ہے۔ اور کسی قسم کا خوف نہ کر۔

حسینہ نے کہا اے ابراہیم اگر بندہ فاعل مختار نہ ہو۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ جو افعال اختیاری ہم سے قصد و خواہش سے صادر ہوتے ہیں مثل چلنے پھرنے اُٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے اور لینے دینے کے اور حرکت دست دپا۔ وغیرہ سب مثل افعال اضطراری کے ہوں مثل حرکت نبض وغیرہ کے کہ بغیر ہمارے ارادہ کے چلتی ہے۔

اے ابراہیم فرق ظاہر ہوا۔ حرکات اختیاری اور اضطراری میں اور جو عاقل ہے وہ جانتا ہے۔ کہ ہم قادر ہیں۔ حرکات اختیاری پر اور قادر نہیں ہیں۔ اڑنے پر اور آسمان پر جانے کے جیسا کہ شیخ بہلولؒ نے ابو حنیفہ کوفی کو مسئلہ قضا و قدر میں بحث کر کے قائل کیا۔ اور الزام دیا۔ بہلولؒ نے کہا کہ اے ابو حنیفہ دلیل سے ثابت کرتا ہوں۔ کہ گدھا تجھ سے زیادہ عاقل ہے۔ اس وجہ سے کہ تو بندہ کو مسلوب الاختیار جانتا ہے۔ یعنی بندہ فاعل مجبور ہے۔ اگر گدھے کو کسی ندی کے کنارے لے جائیں۔ اور ماریں کہ ندی سے نکل جائے۔ تو وہ گدھا ندی سے نہ گذرے گا زیادہ مارنے پر گذر جائے گا۔ اور اگر کسی دریا کے کنارے لے جائیں کہ وہ قادر نہ ہو اسکے پار کرنے پر تو اس کو جان سے بھی مار ڈالیں تو وہ اس دریا میں داخل نہ ہو گا۔ پس جائے تعجب ہے۔ کہ گدھا تو فرق جانتا ہے۔ اس میں کہ جس پر قدرت رکھتا ہے۔ اور اس میں جس پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اے ابو حنیفہ تو انسان ہو کر بھی فرق نہیں جانتا۔ کہ کس چیز پر

قادر ہے۔ اور کسی چیز پر قادر نہیں ہے۔ جسینہ نے جب یہ بیان کیا تو ہارون الرشید اور اکثر ارکان سلطنت یکبارگی ہنس پڑے اور ابراہیم نے خجالت سے سر جھکا لیا۔ پھر جسینہ نے کہا۔ اے ابراہیم اگر بندہ فاعل مختار نہ ہو اور فعل اللہ کا ہو تو صحیح درست نہ ہو۔ کیونکہ تو یہ کہتا ہے کہ خداوند تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔ اور گناہوں کا عفو کرنے والا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ بندہ غفور و رحیم کا گناہ کرتا ہے۔ اور بسبب گناہ کے مستحق عذاب ہوتا ہے پس وہ اسکو عذاب نہ کرے اور بخش دے اور معاف کر دے اور جب کہ گناہ فعل بندہ کا نہیں ہے۔ بلکہ فعل خدا ہے۔ تو کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ خدا کو کہا جائے کہ بخشنے والا اور عفو کرنے والا اور رحیم ہے۔

اے ابراہیم حقیقت ایمان یہ ہے۔ کہ مکلف دار تکلیف (دنیا) میں تکلیف کو اپنے فعل سے بہ نظر و دلیل حاصل کرے تاکہ اسکی دنیا میں مستحق مدح ہو اور آخرت میں مستحق ثواب پس اگر خدائے تعالیٰ چاہے کہ بندہ میں اختیار پیدا کرے۔ تو کر سکتا ہے لیکن خدا چاہتا ہے۔ کہ بندہ اپنے کسب اور فعل کا مختار ہو کر اپنی طرف سے مومن و مطیع ہو کر تارک کفر و معاصی ہو اور اگر بندہ باوجود قدرت و تمکین کے ایمان اختیار نہ کرے تو خدا کا اس میں کچھ نقصان نہ ہوگا۔

اے ابراہیم اگر تو اسپر دلائل عقلیہ زیادہ چاہتا ہے۔ تو اس قدر بیان کروں کہ سامعین کو ملال ہو۔ اور ناگوار خاطر ہو۔ لیکن دلائل نقلی سے چند حدیث صحیح نبوی جن کو فریقین نے نقل کیا ہے۔ اور تمہارے طریقہ میں بھی واقع ہیں

بیان کرتی ہوں۔ عبداللہ بن عمر نے روایت کی ہے۔ حضرت رسول اللہ سے کہ۔ القدریہ مجوس هذه الامة ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تصلوا عليهم وان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم قيل من هم يا رسول الله قال الذين يعملون بالمعاصي ثم يزعمون انها من الله كتبها عليهم قبل منهم۔ ترجمہ۔ قدریہ اس امت میں مجوسی ہیں جب وہ بیمار ہوں تو انکی عیادت نہ کرو اور جب وہ مریں تو ان پر نماز نہ پڑھو۔ اور جب ان سے ملاقات ہو۔ ان پر سلام نہ کرو۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں حضرت نے فرمایا یہ وہ ہیں۔ جو گناہ تو خود کرتے ہیں ۔ اور گمان یہ کرتے ہیں۔ کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اور تقدیر میں یوں ہی لکھا تھا ۔ عبداللہ بن عباس نے رسول اللہ سے روایت کی ہے۔ لن يلقى الله عبد ربه اعظم من الاشراك بالله وان يعمل بمعصيته ثم يزعم انها من الله عز و جل۔ خدا کی ذات میں شرک کرنے والے سے زیادہ کوئی بندہ گنہگار قیامت میں حاضر نہ ہوگا۔ جو معصیت کرنے کے بعد یہ گمان کرے کہ یہ اللہ ہی کے حکم سے ہوا ہے۔

انس بن مالک روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ سے

سيأتي قوم يعملون بالمعاصي ويقولون هي من عند الله فاذا رأيتموهم فكذبوهم قال ثلاث مرات فكذبوهم۔

ایک قوم ایسی ہوگی۔ کہ معصیت پر

عمل کرے کہے گی۔ جب تم ایسی قوم کو دیکھو تو اسکی تکذیب کرو۔ تین مرتبہ فرمایا تکذیب کرو۔ پس اے ابراہیم بسبب چند آیات ماوّل کے جو قرآن مجید میں ہیں۔ یہ تمام کفر و زندقہ تم نے وضع کیا ہے۔ اور کتنی ہی آیات قرآنی ہیں جنکی خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں تصریح فرمائی ہے۔ اور اسناد فعل شر کی بندوں کی طرف کی ہے۔ ان سے تم غافل ہو۔ ان میں خدائے تعالیٰ اُن کی سرزنش کرتا ہے۔ ان لوگوں کو جو کہتے ہیں۔ کہ اگر خدا چاہتا ہے کہ ہم مشرک نہ ہوں۔ تو ہم مشرک نہ ہوتے اور شرک ہمارا بموجب خواہش خدا کے ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ” یعنی نزدیک ہے۔ کہ وہ لوگ جو مشرک ہیں۔ کہیں گے کہ اگر خدا چاہتا۔ تو ہم شرک نہ کرتے اور نہ باپ ہمارے اور کوئی بغیر اس کے کہے ہم حرام نہ کرتے۔

اے ابراہیم یہ آیت اگرچہ کفار کی سرزنش میں ہے۔ مگر حقیقت میں تمہاری سرزنش میں ہے۔ اور اعتقاد میں تم کفار کے ساتھ ہو۔

اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ۔ جو عمل بد کرے گا اس کی سزا پائے گا۔ اور فرماتا ہے۔ الْيَوْمَ تُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ اس دن ہر نفس اپنے کئے کی جزا پائے گا۔ اور فرماتا ہے۔ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا۔ تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور فرماتا ہے وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا۔ بلکہ وہ خود اپنے نفسوں پر ظلم کرتے ہیں۔ اور فرماتا ہے ←

وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ انسان پر اس کے سوا کچھ نہیں جو اس نے کیا ہے۔ اور فرماتا۔ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا۔ کافروں کیلئے ویل (جہنم) ہے۔ اور فرماتا۔ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ” جو عمل خیر تم نے کئے ہیں۔ ان کے سبب جنّت میں داخل ہو جاؤ۔

” اور فرماتا ہے۔ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ۔ جس نے ایک نیکی کی اس کے لئے دس نیکیوں کا ثواب ہے۔ اور جس نے ایک بدی کی اسکو ایک ہی بدی کا عذاب ہوگا۔ اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

” اور فرماتا ہے۔ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ:۔ اس نے اچھا کام کیا تو اپنے لئے اور برا کام کیا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور فرماتا ہے۔ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ۔ تمام نفس اپنے کئے رہن ہوں گے۔ جو انہوں نے کیا ہے۔

اور فرماتا ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا۔ جس نے نیکی کی وہ اسی کے لئے ہے۔ اور جس نے بدی کی وہ اسی پر بار ہے۔

اور فرماتا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ اللہ ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ اور فرماتا ہے۔ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ۔ اور تیرا خدا بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ —— ” “ اور فرماتا ہے۔ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ اور وہ بندوں کے کفر سے خوش نہیں۔ اور فرمایا ہے۔ مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ جو کوئی نیکی تجھ تک پہنچے پس وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو بدی تجھ سے سرزد ہو پس

وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے۔

"پس ان تمام مثالوں سے اور بہت سی دوسری مثالوں سے جو قرآن مجید میں ہیں ثابت ہے۔ کہ خیر کی نسبت خدا کی طرف اور شر و معاصی کی نسبت نفس انسان کی طرف یا شیطان کی طرف ہے۔ اور شیطان نے تو خود عزت خدا کی قسم کھا کر کہا تھا۔ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ؛۔ میں تیرے سب بندوں کو ضرور بہکاؤں گا۔ سوائے تیرے مخلص بندوں کے۔ اگر یہ فعل فعل خدا تھا۔ تو جائز نہ تھا۔ کہ فعل اپنا اور لعنت ابلیس پر کرے۔ اور فرمائے :۔

اِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔ میری لعنت تجھ پر قیامت تک کیلئے ہے

ابراہیم دیکھ حضرت آدم نے ترک اولیٰ کو کس طرح اپنے نفس کی طرف نسبت دی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ۔ پروردگار ہم دونوں (آدم و حوا) نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ اگر تو مغفرت نہ کرتا اور رحم نہ فرماتا۔ تو ہم بے شک نقصان اٹھانے والوں میں ہوتے

حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ۔ پروردگار میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا پس مجھے بخش دے !۔

اور حضرت یونس ؑ نے کہا۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ؛۔ نہیں ہے۔ کوئی خدا سوا تیرے قابل تسبیح ہے۔ تو اور میں تو نفس پر ظلم کرنے والوں میں سے ہوں۔

" اے ابراہیم تمام انبیاء سر ناموزوں باتوں کو اپنی طرف تسلیم کرتے تھے

اور بہتری کو خدائے تعالیٰ کی طرف نسبت دیتے تھے۔ جس سے مسئلہ خیر و شر بالکل صاف ہو گیا۔ ابراہیم نے موقع غنیمت جان کر کہا اے حسین تو نے تو اپنے مذہب کا باطل ہونا ثابت کر دیا۔ اس لئے کہ تمہارا اعتقاد ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہیں جب کہ ان سے جرم و عصیاں ہونا ہی نہیں تو کس لئے توبہ استغفار کیا۔ یحییٰ وزیر ہارون ہنسا اور کہا اے ابراہیم مقدمہ اوّل میں جب تو عاجز ہو گیا۔ تو اب تو نے نیا مسئلہ شروع کر دیا۔ عصمت انبیاء کی بحث چھیڑ دی اکثر حاضرین مجلس ہنس پڑے۔

"حسین نے کہا اے ابراہیم تیری یہ بحث خلاف ادب ہے۔ اور درمیان دخل دینا بے موقع ہے۔ اس مسئلہ کا بھی جواب دیا جائے گا۔ بعد تمام کرنے مسئلہ قضا و قدر کے اے ابراہیم سابق میں جملہ مشرکین قریش فرقہ جبریہ سے تھے جب اسلام ظاہر ہوا۔ تو طریقہ جبریہ جاتا رہا مگر بعد وفات حضرت رسالتمآب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شہادت امیرالمومنین علی علیہ السلام اور بعد مرنے معاویہ و یزید کے باقی خلفائے بنی امیہ اپنی خلافتوں کے زمانہ میں طریقہ جبریہ کا احیاء کرتے رہے۔ اور اس زمانے میں اکثر مسلمان اعتقاد جبریہ کے تابع ہو گئے۔ اور اب تم لوگ بھی ان کی متابعت کرتے ہو۔

روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر بن خطاب نے بر سر منبر خطبہ میں کہا۔ لا هادی لما اضللت ولا مضل لما هدیت۔ کوئی ہدایت نہیں کر سکتا جسے تو گمراہ کر دے اور کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ جسے تو ہدایت فرما دے اس وقت ایک آتش پرست حاضر تھا۔ اس نے تردید کی اور کہا ←

اللہ اعدل آن یقبل احدا ——— حضرت عمرؓ نے کہا لولا عہدک لضربت عنقک۔ اگر تجھ سے معاہدہ نہ ہوتا تو تیری گردن مار دیتا۔ تم مخالفت قرآن و حدیث کرتے ہو۔ اور کہتے ہو کہ ہم متابعت کلام الٰہی کرتے ہیں۔ قسم بخدا کہ حضرت رسول خدا و اہلبیت نظام و اصحاب کرام یہ عقیدہ نہ رکھتے تھے۔ جس وقت حسینہ کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو ایک شور واہ واہ کا بلند ہوا۔ اور سب حاضرین کی زبانوں پر حسینہ کی مدح و ثنا تھی اور اس مومنہ کو آفرین کرتے تھے۔ ابراہیم شرمندہ ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اے حسینہ یہ سب کچھ جو تو نے آیات قرآنی کے ساتھ بیان کیا مسلم ہے۔ میں قبول کرتا ہوں۔ لیکن چونکہ اکثر تابعین کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ بندہ مسلوب الاختیار ہے۔ یعنی بندہ بے اختیار ہے۔ اور تجویز نہیں کیا گیا ہے۔ کہ بندہ پر شرک لازم ہے حسینہ نے کہا۔ اے ابراہیم کیونکر شرک لازم آتا ہے۔ حالانکہ حق سبحانہ و تعالیٰ قادر ہے۔ قہر کرنے اور اعدام کرنے پر بندہ کے مثلاً اگر کوئی بادشاہ کسی شخص کو کسی شہر کا والی و حاکم کرے۔ اور وہ حاکم ظلم و ستم کرے اور قتل و غارت کرے مسلمانوں کو اور بادشاہ قادر ہو۔ کہ جو کچھ اس والی و حاکم نے اپنے توابع اور اپنی رعیت سے زبردستی حاصل کیا اسکو چھین لے اور اس کو قتل کرے پس کیونکر لازم آتی ہے۔ اس کی شرکت بادشاہ سے اور کب کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ شریک بادشاہ کا ہے۔ اے ابراہیم احکام الٰہی اور احادیث اور تمام دلائل عقلیہ کو معطل و ضائع کرتا ہے۔ اور نا دیدہ و ناشنیدہ جانتا اور کہتا ہے۔ کہ بعض تابعین کا یہ اعتقاد ہے۔ اے ابراہیم تو نے عصمت انبیا

پر اعتراض کیا ہے۔ تو سن کہ میرا اعتقاد انبیاء کے بارے میں یہ ہے۔ کہ جملہ انبیا معصوم و مطہر ہیں تمام معاصی سے اور واجب ہے۔ کہ جمیع انبیاء و اوصیاء معصوم ہوں خطا و گناہ و فراموشی سے ابتدائے طفولیت سے انتہائے زمانہ نبوت و صایت تک اس لئے کہ یہ اسرار خدا کے امین ہوتے ہیں کسطرح جائز ہے۔ کہ نبی و وصی تابع و زیر حکومت شیطان ہو اور شیطان کو انبیاء و اوصیاء پر کچھ دخل نہیں ہے۔ اگر ہو پس فائدہ بعثت کا کہ رعیت کا تابع و فرمانبردار ہونا ہے مختل و خراب ہو جائے گا تمام

اور لازم ہے۔ کہ نبی و وصی تمام امت سے تدبیرات و کمالات میں عالم تر ہوں۔ اور گناہان ظاہری و باطنی سے پاک ہوں اور ان کے ماں باپ میں کسی طرح کا عیب و نقص نہ ہو۔ کہ فرزند کے لئے باعث بدنامی ہو۔ اور طرق علم و نبوت و ولایت میں امت کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کو کمال مناسبت و صفائی فطرت کی وجہ سے معجزہ کی حاجت نہیں ہوتی۔ لیکن جمہور الناس معجزہ کی احتیاج رکھتے ہیں۔ کہ جب وہ معجزہ دیکھیں۔ تو متابعت نبی و وصی کریں۔ اور معجزہ اس امر کو کہتے ہیں۔ جو تمام مخلوقات کی قوت و قدرت سے باہر ہو بطور مقارن دعویٰ نبوت ہو۔ اور اے ابراہیم انسان کی پیدائش کا علم خدا کو مبدا و معاد سے ہے۔ چنانچہ مقتضائے دلائل عقلی و نقلی ہے۔ اور معاد کا علم حاصل نہیں ہوتا مگر نقل اور اکثر نقلیں احتمال تاویل کا رکھتی ہیں فائدہ یقین نہیں بخشتی پس عنایت الٰہی اسکی مقتضی ہوئی۔ کہ ایک معصوم ہستی ہو۔ کہ اس کے اقوال و افعال پر اعتماد ہو تا کہ مقصود خدا کا قول شارع سے

ومقصود شارع کا اُس سے اور اسکے نائب سے ظاہر ہو دے۔

اور اے ابراہیم غیر معصوم سے جائز ہے۔ کہ عصیاں واقع ہو۔ اور جب انبیاء مرتکب گناہ ہوں گے۔ اور جملہ گناہوں میں سے ایک گناہ جھوٹ بھی ہے۔ پس اس کا احتمال ہے۔ کہ جو کچھ نبی و امام کہے جھوٹ ہو۔ اس صورت میں امت کو بھروسہ اور اعتماد نبی و امام کے قول پر نہ ہوگا اسی طرح ثابت ہو سکتی ہے عصمت امام نقل سے یا بطریق اعجاز۔ لازم ہے۔ کہ ماں باپ امام کے پاک و صاف ہوں۔ و دنایت و رذالت سے مثلاً ان کے ماں باپ حجام اور سرگین کش نہ ہوں۔ اور چاہیے کہ نبی و امام صفات ذمیمہ سے متصف نہ ہوں مثلاً قاکروبی اور جہل و حسد و غلظت و بخل و جنون و حرص و ناقص الاعضا نہ ہوں اور برص و جذام و گنگ میں مبتلا نہ ہوں۔ بلکہ جمیع نقائص سے منزہ ہوں اور کاذب و عاشق پیشہ بھی نہ ہوں۔ اور جاننا چاہیے کہ کذب قبیح اور برا ہے اور خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

اے ایمان والو۔ تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ۔

اے ابراہیم واجب ہے۔ کہ امام افضل۔ اعلم۔ زاہد۔ پرہیزگار۔ متقی۔ سخی۔ شجاع۔ اور مقدم ترین اہل زمانہ ہو۔ اور تمام مخلوق سے علم میں مستغنی ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ جس امام کو رعیت و امت نصب کرے اور پھر معزول کرے پس جو امام ایسا ہو۔ وہ امامت کے قابل نہیں ہے۔ اور امام کو لازم ہے کہ منصوص من اللہ ہو۔ کہ خلائق اس کی اطاعت و تابعداری کرے اور اس کی

متابعت سے گمراہ نہ ہو۔ لازم ہے۔ کہ امام معصوم ہو اس لیے کہ اگر غیر معصوم ہوگا۔ تو ہو سکتا ہے۔ کہ ظالم ہو۔ ارشاد رب العزت ہے۔

لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ سورہ ۲ بقرہ یعنی ہمارا عہد امامت ظالمین تک نہیں پہنچ سکتا۔ جب حسنیہ نے یہ کہا۔ تو ہارون کے بدن میں لرزہ پڑ گیا۔ اس لیے کہ وہ دعویٰ خلافت بغیر حق کے کرتا تھا۔ اور ان صفات میں سے ایک صفت بھی اس میں نہ تھی یحییٰ بن خالد وزیر ہارون نے ابراہیم کی طرف دیکھ کر کہا۔ اے ابراہیم گویا تو اس وقت مردہ ہے۔ کرسی زریں سے نیچے کیوں نہیں اترتا۔ اور حسنیہ کا مذہب کیوں اختیار کرتا۔ جب ابراہیم نے وزیر ہارون کا یہ کلام سنا دیکھا چاروں طرف سے ملامت پڑ رہی ہے تو حسنیہ سے کہنے لگا۔ اے حسنیہ تو اس آیت صریح کے بارے میں کیا کہتی ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ نے آدم و حوا کو حکم دیا۔

یٰۤاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ سورہ ۲ بقرہ آیۃ ۳۵

ترجمہ۔ اور ہم نے آدم سے کہا۔ اے آدم تم اپنی بی بی سمیت بہشت میں رہا سہا کرو۔ اور جہاں تمہارا جی چاہے۔ اس میں سے بفراغت کھاؤ (پیو)۔۔ مگر اس درخت کے پاس ہی نہ جانا۔ (ورنہ پھر) تم اپنا آپ نقصان کرو گے۔ اے حسنیہ بلاشک انہوں نے اس درخت سے کھایا۔ اور ستمگاروں سے ہوئے۔ حسنیہ نے کہا اے ابراہیم جاننا چاہیے کہ نہی کرنا خدائے تعالیٰ کا آدم علیہ السلام کو۔ نہی تحریمی نہ تھی بلکہ نہی تنزیہی تھی۔ اس لیے نہی

تحریمی وہ ہے۔ کہ جس کے مرتکب ہونے سے ملامت اور عذاب آخرت کا مستحق
ہو۔ نہی تنزیہی وہ ہے۔ کہ جس کے مرتکب ہونے سے ملامت دنیا اور عذاب
آخرت کا مستحق نہ ہو۔ پس اگر آدمؑ علیٰ نبینا اس درخت کا کھانا ترک کرتے تو زیادتی
الطاف و ثواب کے مستحق ہوتے اور چونکہ کھانا ترک نہ کیا مستحق عقاب کسی کے بھی نہ ہوئے
ابراہیم نے کہا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو ظالموں میں سے نہ ہوتے اور خدا فرماتا ہے
فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ۔ " حسینؑ نے کہا کہ ظلم کے معنی ہیں ایک شے
کا رکھنا اس کی غیر جگہ میں پس کرنا ایک کام کا جگہ نہ کرنے کے اور نہ کرنا ایک کام کا
جگہ کرنے کے پر رکھنا شے کا غیر محل میں ہوا۔ پس وہ سنت کہ جسکو ترک کریں
ایک چیز کا غیر جگہ میں اسکی ہوا۔ یا مرتکب ہوتا کسی کراہت کا اور اس سے اجتناب
نہ کرنا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔ اور یہ ظلم کہلائے گا۔ جیسا کہ باغ کے بارے میں کہا
گیا ہے۔ ـــــ وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا ۔ " سورہ ۱۸ کہف آیہ ۳۳
"یعنی اس میوہ سے جو ہر سال آتا تھا۔ اس میں کچھ کمی نہیں کی۔ پس معنی
منَ الظالمین کے یہ ہوئے۔ کہ جیسے کسی نے اپنے حظِ نفس کیلئے ثواب
میں کمی کی۔ ابراہیم نے کہا تو پھر آدمؑ و حواؑ نے یہ کیوں کہا۔
"رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ
الْخَاسِرِينَ۔ " سورہ ۷ اعراف آیہ ۲۳
"اے ہمارے پالنے والے ہم نے اپنے نفسوں پر ستم کیا اور اگر تو ہمیں
معاف نہ فرمائے گا۔ اور ہم پر رحم نہ کرے گا۔ تو ہم بالکل گھاٹے ہی گھاٹے میں
رہینگے۔ کیا کہتی ہے تو کہ انہوں نے ایک مندوب (سنت) کا ترک

کیا کیا وہ گناہ نہ تھا۔ حسینؑ نے کہا اے ابراہیم انہوں نے اعتراف کیا ظلم
کا اپنے نفس پر اور خدا سے بخشش چاہنا۔ اور طلب مغفرت کرنا۔ دلالت
نہیں کرتا۔ گناہ پر اس واسطے کہ ظلم بمعنی نقصان ہے۔ اور ان کو مغفرت
کا نقصان ہے اور رحمت و مغفرت کا طلب کرتا ایک عبادت ہے کہ بسبب اسکے
مستحق ثواب ہوں۔ اور یہ دلیل نہیں ہو سکتی اس پر کہ انہوں نے گناہ کیا اور آنحضرتؐ
نے فرمایا ہے " اَنَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً "
یعنی میں دن میں ستر دفعہ استغفار کرتا ہوں۔ تو کیا معاذ اللہ آنحضرت ہر دن
ستر گناہ کرتے تھے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ انبیاء و اوصیاء کی طاعت یہ
ہے کہ اپنی کثیر طاعت کو کم جانتے ہیں۔ اور سنت کے ترک کو گناہ جانتے
ہیں۔ اور بڑا جرم سمجھتے ہیں۔ اگرچہ ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا ہے۔ لیکن
بسبب تذلل و مسکنت خود کو مجرم ہی جانتے ہیں پس ان کا ظلم و گناہ پر اعتراف
کرنا اور استغفار کرنا گنہگاری پر دلیل نہیں ہو سکتا۔ ابراہیم نے کہا اے حسینؑ
جب ایسا ہے۔ تو آدمؑ کو گناہگار نہ کہنا چاہیے۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے۔
وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ۔ "
اور آدم نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی۔
" تو (راہ صواب) بے راہ ہو گئے۔ حسینؑ نے کہا کہ اے ابراہیم اکثر
آیات قرآنی بقول رسول خدا آئمہ طاہرین ماؤل ہیں۔ اور معنی آیات ظاہری
پر حکم نہ کرنا چاہیئے۔ اور معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ عصیاں مخالفت کو کہتے ہیں۔ اور
مخالفت جسطرح واجبات میں ــــ ہوتی ہے۔ اسی طرح مندوبات میں

بھی ہوتی ہے۔ اور مندوبات وآداب کی مخالفت پر مستحق ملامت وعذاب نہیں ہوتا ہے۔ اور آیت میں غوایت بمعنی گمراہی نہیں ہے۔ بلکہ بمعنی بے بہرہ رہنے کے ہیں یعنی اس چیز کی مخالفت کی جس چیز کے ترک کا ہم نے حکم دیا تھا۔ اور جو کچھ ثواب تعمیل حکم میں دیتے اس سے بے بہرہ رہا اور اسکو ضائع کیا۔ اور لفظ غوایت اشعار عرب میں بہت آیا ہے۔ ابراہیم نے کہا اے حسینؑ جب آدم و حواؑ نے معصیت نہ کی تھی۔ تو کیوں ان کو برہنہ کر کے بہشت سے نکالا گیا۔ اور زمین پر پھینک دیا گیا۔ حسینؑ نے کہا اے ابراہیم آدمؑ کو خلافت زمین کے لیے پیدا کیا تھا۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً بالتحقیق میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اگر آدمؑ اس درخت سے نہ بھی کھاتے تب بھی ان کو بہشت سے زمین پر خلافت کیلئے بھیجتا۔ اثر اکل گندم یہ ہوا کہ فوراً ہی اس غرض کے لئے بھیجدیا۔ ورنہ بہت ممکن تھا۔ کہ کچھ اور لذائذ جنت سے محظوظ ہوتے۔ سو یہ نفع انہوں نے نہ پایا۔ تاہم اس میں سزا کا کوئی شائبہ نہ تھا۔ ورنہ اگر نظر قدرت میں آدمؑ ذرا بھی گنہگار ہوتے۔ تو پروردگار عالم ان کو خلیفہ ہرگز نہ بناتا۔ خصوصاً جب فرشتے انسان کی خلافت پر احتجاج کر رہے تھے اور اپنی تسبیح و تقدیس سے اپنی فضیلت و استحقاق پیش کر رہے تھے۔ تو پروردگار عالم نے ان کی دلیل کو اپنی دلیل سے رد کر کے حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنایا اور ان کو فرشتوں کی معصوم جماعت پر فضیلت دی۔ معلوم ہوا کہ عصمت آدمؑ عصمت ملائکہ سے مافوق تھی۔ ابتدا ان کا بہشت سے باہر کرنا۔ اور برہنہ کرنا تو بسبب عقوبت و گناہ کے نہ تھا۔ بلکہ بسبب مصلحت کے تھا۔ جیسا کہ

انسان کو فقیری اور بیماری بسبب کسی مصلحت کے دیتا ہے۔ نہ بسبیل عذاب کے ابراہیم نے کہا۔ اے حسینؑ نوحؑ کے بارے میں کیا کہتے ہے کہ انہوں نے دعا کی اپنی امت کی ہلاکت کیلئے اور خدائے تعالیٰ نے ان کی قوم کو ہلاک کر دیا۔ جب قوم نوحؑ غرق ہو کر ہلاک ہو گئی۔ تو حضرت نوحؑ نادم و پشیمان ہوئے۔ اور پانچ سو برس تک روتے رہے۔ یہاں تک کہ نوحؑ نام پڑ گیا۔ اس سے پہلے ان کا نام عبد العلی تھا۔ حسینؑ نے جب یہ حکایت سنی تو ہنسی اور کہا۔ اے ابراہیم یہ حکایت قرآن کے خلاف ہے اس میں تو یوں ہے۔ " یَا نُوْحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا۔ سورہ ۱۱ ہود آیہ ۳۲۔ قوم نے نوح سے کہا اے نوحؑ بتحقیق تم نے ہم سے جھگڑا مول لیا۔ اور پھر ہم سے جھگڑا بڑھا بھی لیا پس اگر تم سچے ہو ہم پر وہ عذاب لے آؤ۔ جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو۔ پس یہ تو خود امت نوح کا مانگا ہوا عذاب تھا۔ اور غرق امت کے پانچ سو سال بعد ان کا نام نوح ہوا اور نوح دعا کرنے سے نادم و پشیمان ہوئے۔ یہ دو حال سے خالی نہیں ہے اوّل یہ کہ اگر قوم نوح مسلمان تھی اور نوح نے ان کے غرق ہونے کے لئے دعا کی تو یہ خود کفر عظیم ہے۔ شیخ المرسلین اس لئے دعا کرے کہ عالم طوفان میں مبتلا ہو جائے۔ اور کتنے ہی ہزار مسلمان ہلاک ہو جائیں۔ اور اگر قوم نوح کافر تھی۔ تو لازم نہیں آتا۔ کہ نوحؑ نادم و پشیمان ہوں۔ دشمنانِ خدا و رسول کی ہلاکت پر۔ خدائے تعالیٰ آدمؑ و نوحؑ کے حق میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرَاهِیْمَ وَاٰلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ

سورۃ آل عمران آیہ۳۳ - ،، بالتحقیق کہ خدا نے برگزیدہ کیا آدم و نوح کو
اور آل ابراہیم و آل عمران کو تمام عالموں پر یہی انتخاب حضرت نوح کی عصمت
پر ایک ایسا ثبوت ہے - جو کسی چھوٹے سے گناہ کا دھبہ بھی دامن رسالت پر
آنے نہیں دیتا۔ حسینہ نے کہا اے ابراہیم حقیقت مذہب اس قسم کے
مزخرفات سے ثابت نہیں ہوتی - اور میں نے اس قسم کی مہملات تیرے
سوا اوروں سے بھی بہت سنی ہیں - بنی امیہ اور ان کے ہوا خواہاں اور وہ لوگ جو ان
سے پہلے کسی ظلم و جور کے ذریعہ مدعی خلافت و امامت ہوئے باوجودیکہ ان کو اس
منصب کا طرح استحقاق نہ تھا - اور اکثر اوقات ان سے ظلم و فسق ظہور میں آیا
اور مسائل دینی میں جاہل تھے اور احکام قرآنی سے عاجز تھے - اور بعض اوقات
حالت مستی و بیہوشی میں نماز پڑھاتے تھے - اور صبح کی نماز چار رکعت پڑھا
دیتے تھے :- اور مثل ایسے افعال کے بہت سی برائیاں ان لوگوں سے
وقوع میں آئیں اگر ان کا تذکرہ کروں تو موجب ملال حاضرین جلسہ ہو - اور بعض
اہلبیت رسالت اور اصحاب کبار ان کو نصیحت و ملامت کرتے رہے ہیں - اور
اکثر خلائق بھی ان کو سرزنش کرتی تھی پس ان لوگوں نے اپنی اور اپنے
متبعین کی دفع ملامت کیلئے اس کفر و زندقہ کو خدا رسول کی طرف نسبت دی
اور تمام انبیاء کو جو معصوم و مطہر ہیں ہر ایک کو معصیت و ذلت و خطا سے متہم
کیا اور ظاہر قرآن پر عمل کیا - اور واسطے صحت تاویل فاسد حدیثیں بنائیں
اور تمام آیات قرآنی کو موافق احادیث موضوعہ کے تاویل کیا اور جو لوگ اس
زمانہ میں دفع شبہ نہ کر سکتے تھے - اور طالب علم نہ کر سکتے تھے وہ تقلید

وہ پیروی پر قناعت کرتے تھے - اور ان کو طبع و ہوا کے درمیان اور عقل و
رضائے خدا کے درمیان قوت تمیز نہ تھی - اور بعضے بسبب حصول جاہ و
پنج روزہ حکومت دنیا کے ثواب ابدی اور عقاب سرمدی کو نظر میں نہیں
لاتے تھے - اور وفات سرور کائنات کے بعد نئے مذہب پیدا کئے مقلدان
نے ان مذہبوں کو ترقی دی - اور مذہب حق کی طرف متوجہ نہ ہوئے - اور اس قول
پر قناعت کی :-

إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ :-

"ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی دین پر پایا - اور ہم ان ہی کے نقش قدم پر چلنے
والے ہیں - اور حق تعالیٰ ان کے اور تمہارے جواب میں فرماتا ہے -

أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ :-

"تم اور تمہارے باپ دادا کھلی گمراہی میں تھے :- اور بعض نے تعلیم معلم
پر قناعت کی اور ازراہ انصاف راہ حق کے جویا نہ ہوئے - کہ معلم کا مذہب
کیا ہے - اور وہ کیا کہتا ہے - تا کہ حق و باطل کی تحقیق کر کے طریق حق اختیار کرتے
بلکہ ہر ایک دعویٰ أَنَا مَعَ الْحَقِّ کرتا رہا - کہ ہم حق کے ساتھ ہیں - اور حق
تعالیٰ فرماتا ہے کہ ،، كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ :-
سورہ مومنون ۲۳ آیہ ۵۳ :- ہر گروہ اس طریقہ پر جو ان کا ہے - باغ
باغ ہے - اے ابراہیم ان سب مذہبوں میں سے ایک مذہب حق بہ ہو
سکتا ہے - اور دلیل حضرت رسول خدا کا یہ قول ہے -

سَتَفْتَرِقُ أُمَّتِي عَلَىٰ ثَلَاثَةٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً وَاحِدَةٌ مِنْهَا نَاجِيَةٌ

وَالبَاقِيَةُ هَالِكَۃ ،،

،، یعنی حضرت نے فرمایا قریب ہے ۔ کہ میری امت متفرق ہو۔ تہتر فرقوں
پر کہ ایک فرقہ ان میں ناجی ہوگا ۔ اور باقی ان میں سب ہلاک ہوں گے ۔ اس
وقت ایک جماعت اصحاب نے عرض کی یا رسول اللہ وہ ناجی فرقہ کون سا
ہے ۔ آپ نے فرمایا وہ فرقہ ناجیہ وہ ہے کہ جس پر میں ہوں ۔ اور میرے
اہلبیت ہیں ۔ اور پیرو اس راہ کا ہو ۔ اسی اثنا میں حضرت نے فرمایا ۔
مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِي كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَ فِيهَا نَجَىٰ وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ

،، یعنی میرے اہلبیت سفینہ نوح کی مانند ہیں ۔ جو اس میں سوار ہوا
اس نے نجات پائی ۔ اور جس نے مخالفت کی وہ غرق ہو گیا ۔ اے ابراہیم
ان دونوں حدیثوں کی صحت پر تمام امت کا اتفاق ہے ۔ اور بلا شک فرقہ
ناجیہ وہ گروہ ہے ۔ کہ جو رسول خدا اور ان کے اہلبیت کی پیروی کرتا ہے
اس لئے کہ اصول اعتقادات میں ان تمام مذاہب کے فرق ہے اور
کوئی فرقہ بھی ان فرقوں میں سے یقین نہیں کر سکتا ۔ کہ ہم ناجی ہیں ۔ مگر وہ گروہ کہ
پیرو رسول خدا و اہلبیت ہے ۔ اے ابراہیم مجھکو تمہارے قتل و قلع و قمع سے
کچھ دہشت و خوف نہیں ہے ۔ اور نہ اس حیات پنج روزہ کا مجھے کچھ الحمدللہ
دلا لچ ہے ۔ بلکہ میں تو ہمیشہ اپنی شہادت کی خدا سے دعا کرتی ہوں ۔ اور آج
کھل کر بیان کرتی ہوں ۔ تاکہ خلیفہ وقت پر ظاہر ہو جائے ۔ کہ تم کہتے ہو اور
سے بیشتر تمہارے سرخیل کہتے تھے ۔ کہ تمام برائیاں بدکاروں
کی اور کفر و فسق ، خیر و شر سب ارادہ ۔ باریتعالیٰ اور اس کی تقدیر سے ہے

اور بندہ کا کچھ اختیار نہیں ہے ۔ اور تم چاہتے ہو ۔ کہ ان بے جا ولیلوں
سے اس ظلم و جور کو چھپاد و جو انہوں نے اہلبیت رسول پر کیا ہے مثلاً
غصب امامت و خلافت اور غصب فدک اور ایذا و آزار حضرت سیدۃ
النساء و صحابہ کبار پر اور زہر دینا جگر گوشہ حضرت رسول خدا امام حسن
مجتبیٰ اور قتل نور دیدہ مصطفےٰ و مرتضیٰ امام حسین علیہ السلام شہید کربلا کا مع بہتر سا تھیوں
کے اور خمس کا اولاد رسول سے چھین لینا ۔ ابن عم و بھائی و داماد و وصی
رسول خدا سے جنگ و محاربہ کرنا ۔ اور اخراج ابوذر غفاری کا اور ایذا دینا
عبداللہ ابن مسعود کو اور جلانا ان کے مصحف کو ۔ اور قتل عمار یاسر
اور چند صحابہ کبار کا ۔ اور خانہ کعبہ پر سنگ باری کرنا ۔ اور مدینہ رسول میں
مسلمانوں کا قتل عام کرنا ۔ اور قتل کتنی ہی اولاد رسول کا ۔ اور اسی طرح ہزاروں
بدعتیں اور فساد و ظلم ان لوگوں سے واقع ہوئے ۔ کہ زبان ان کی تعداد کے بیان
سے قاصر و عاجز ہے ۔ اسی وجہ سے اصحاب کبار و شیعیان اہلبیت رسول
اور مخصوصان و خاصان و تابعان حضرت رسول خدا ان لوگوں کو برا کہتے تھے
اور بعض جلی و خفی سے نوازتے تھے ۔ اور ان کے افعال قبیحہ پر طعن کرتے
تھے ۔ اور حکم خدا و رسول سے اور عذاب آخرت سے ان کو ڈراتے تھے
لیکن وہ لوگ اصحاب ضلالت سے ملامت کو دفع کرنے اور افعال و کردار
شیخین و باقی خلفائے بنی امیہ کو چھپانے اور بخوف مطاعن و تشنیع اہل عالم
ایسی بدعتیں اور عقیدے وضع کئے ۔ اور کہا کہ بندہ اپنے فعل کا فاعل
نہیں ہے ۔ اور سب فعل خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں ۔ اور خدا

نے ازل سے جیسا چاہا ویسا مقدر کر دیا۔ اور اسی سبب سے گناہوں کی نسبت انبیاء کی طرف کرتے ہیں۔ اور معصوموں کو کذب و فسق و ناشائستہ باتوں سے متہم کرتے ہیں۔ اور ابراہیم تم بھی اسی گروہ کی پیروی کرتے ہو۔ اور کراتے ہو۔ اور اگر کوئی کہتا ہے۔ کہ نبوت و امامت کے لئے عصمت شرط ہے۔ تو اس پر دلائل عقلی و نقلی ہیں۔ ارشاد رب العزت ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھٖمَ رَبُّهٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ

سورہ ۲ بقرآیہ ۱۲۴۔ اور جب ابراہیم کو ان کے پروردگار نے چند باتوں میں آزمایا۔ اور انہوں نے پورا کر دیا۔ تو خدا نے فرمایا۔ میں تم کو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں اور ابراہیم نے عرض کی اور میری اولاد میں سے فرمایا۔ (ہاں مگر) میرے اس عہدہ پر ظالموں میں سے کوئی فائز نہیں ہو سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ظالم سے امامت کی نفی کی ہے۔ اور شقی و ظالم دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔ اور دوسرے وہ جو دوسرے پر ظلم کرے۔ اور جو ان دونوں طرح کے ظلموں سے دور ہے۔ وہ معصوم ہے۔ پس عصمت امامت میں شرط ہے۔ اور فرماتا ہے۔

"اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ۔"

"بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اور مشرک توبہ کرنے والا منصب امامت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ اور جو کوئی اس عقیدے پر ہو تم اسکو رافضی کہتے ہو۔ اور اس کا قتل واجب جانتے ہو۔ اور سنت معاویہ کی پیروی

کرتے ہو۔ مگر کہتے ہو۔ کہ ہم سنت پیغمبر کے پیرو ہیں۔ اور نام اپنا سنی مشہور کرتے ہو۔ اور نبیوں کو فاسقوں اور فاجروں میں داخل کرتے ہو۔ اور جو کوئی اس عقیدے پر نہ ہو۔ اس کو کافر جانتے ہو حسینہ کا دل اس وقت جوش محبت اہلبیت سے بھرا ہوا تھا۔ اور مسند فصاحت و بلاغت پر جلوہ فرما تھی مذمت مخالفان دین اور ثبوت عصمت و طہارت اہلبیت دلیل سے قائم کرتی تھی اس وقت ہارون اور اس کے تابعدار اپنے اعمال ناشائستہ سے شرمندہ ہو کر سر نیچا کئے ہوئے تھے۔ اور سب کے بدنوں میں لرزہ پڑا ہوا تھا اور سب حیرت میں تھے۔ اور کسی کو سوال و جواب کی قوت و طاقت نہ تھی۔ ابراہیم نے کہا اے حسینہ اس وقت خوب زور طلاقت و فصاحت دکھلایا اور خوب طعن و تشنیع اور قدح و تکفیر صحابہ و تابعین کی اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ محبت و مودت اہلبیت رسول سب پر واجب ہے۔ اور اس بات میں کسی کو تجھ سے نزاع نہیں ہے۔ لیکن مودت اصحاب کبار و خلفائے عالی مقدار کہ جانشین سید مختار تھے سب پر واجب ہے۔ اور ان کی خلافت پر اجماع امت ہے۔ خصوصاً حضرت ابوبکر کہ حق تعالیٰ نے آیۂ غار میں ان کو صاحب رسول جانا۔ آیا ان کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ بلکہ اس سے تو ان کا رسول پر ایمان ہی ثابت نہیں ہوتا۔ اے ابراہیم تم بیان تو کرو۔ کہ وہ کون سی فضیلت ہے۔ جو حاصل ہوئی ابراہیم نے کہا کلام معجز بیان اس پر ناطق ہے کہ۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ

اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا۔

اگر تم اس رسول کی مدد نہ کروگے۔ تو کچھ پرواہ نہیں۔ خدا مددگار ہے۔ اس نے تو اپنے رسول کی اس وقت مدد کی جب اسکو کفار نے (گھر سے) نکال باہر کیا جب وہ دونوں غار میں تھے۔ تو دو میں سے دوسرے نے اپنے ساتھی سے کہا کہ حزن مت کر یقیناً خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تو خدا نے ان پر (یعنی صرف رسول پر) اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور (فرشتوں کے) ایسے لشکر سے ان کی مدد کی جن کو تم لوگوں نے دیکھا تک نہیں۔ اوّل ان کی ہمراہی رسول خدا کے ساتھ اگر ان سے زیادہ کوئی اور دوست ہوتا تو اس کو ساتھ لے جاتے کہ حضرت کا انیس و جلیس ہوتا دوم یہ کہ خدائے تعالیٰ نے ان کو صاحب رسول کہا۔ سوم یہ کہ خدا اور رسول نے ان کو محزون و غمگین نہ رکھا۔ بلکہ ان کے حزن و خوف و بیم کو دور کرنے کے لئے۔ لَا تَحْزَنْ یعنی غمگین مت ہو۔ فرمایا چہارم یہ کہ "

"اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا " " " " " یہ لفظ جمع فرمایا۔ یعنی خدا ہمارے ساتھ ہے۔ پس معنی اس کے یہ ہوئے۔ کہ خدا رسول و ابوبکر کے ساتھ ہے۔ اے حسینہ حضرت ابوبکر کو اس آیت سے یہ کمال و بزرگی حاصل ہے اب تو ان کی فضیلت میں تجھ کو کوئی عذر نہیں ہے حسینہ ہنسی اور کہا اے ابراہیم اس کا جواب سن۔ یہ کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اور جو لوگ صاحب عقل ہیں۔ ہرگز گمراہ نہ ہوں گے۔ اور بہ سبب ان الفاظ کے کسی شخص کے لئے کوئی فضیلت ثابت نہیں ہو سکتی۔ پہلی فضیلت جو تم نے بیان کی کہ حضرت رسول خدا حضرت ابوبکر کو اس واسطے ساتھ لے گئے کہ زیادہ تر دوست رکھتے تھے۔ واللہ تو غلط کہتا ہے۔ اور جس کسی نے یہ اعتقاد رکھا غلطی کی ہے۔

" اے ابراہیم معلوم ہو کہ جبرئیل امین حضرت رسول خدا کے پاس آئے۔ اور کہا کہ آج رات کو کفار تیرے قتل کے ارادہ سے آئیں گے۔ اور اپنے اصحاب سے کہدو کہ آج کی شب کوئی اپنے گھر سے باہر نہ نکلے اور امر الٰہی ہے۔ کہ علیؑ اپنے برادر بجان برابر کو اپنے بستر پر سلا دو۔ اور وہ شخص کہ جو تم پر اپنی جان فدا کرتا ہے۔ وہ علےؑ ابن ابیطالبؑ ہے۔ اور تم فلاں غار کی طرف مع چند شرطوں کے روانہ ہو۔ جب رات قریب آئی۔ تو آپ نے اصحاب کو بلایا۔ اور فرمایا۔ کہ آج کی رات میرے اصحاب و احباب میں سے کوئی گھر سے باہر نہ نکلے۔ اس میں خدائے تعالیٰ کی کوئی مصلحت ہے۔ پس یہ سن کر تمام اصحاب اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس کے بعد حضرت نے حضرت علےؑ سے فرمایا۔ کہ یا علیؑ مجھے حکم خدا ہوا ہے۔ کہ تم میرے بستر پر آرام کرو۔ تاکہ میں کفار کے شر سے محفوظ ہو کر مکّہ سے نکل کر فلاں غار میں چلا جاؤں۔ جب حضرت علیؑ نے یہ سُنا تو بہت خوش ہوئے۔ اور بطیب خاطر نہایت محبّت و خلوص سے عرض کیا کہ ہزار جانیں فدا میری حکم خدا اور رسول پر باوجود صغر سنی ذرا خائف و ہراساں نہ ہوئے حضرت رسول

خدا حضرت علیؑ سے بغلگیر ہوئے۔ اور منہ چوما اور بہت روئے۔ اور کہا
اے علیؑ میں نے تجھ کو سپرد خدا کیا۔ اور اپنے بستر پر سلا کر روانہ ہوئے۔
اور تھوڑی راہ طے کی تھی۔ کہ آپ نے پیچھے سے کسی کے آنے کی آہٹ محسوس
کی۔ حضرت نے توقف فرمایا۔ جب وہ شخص نزدیک آگیا۔ تو دیکھا کہ حضرت
ابوبکر ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ اے ابوبکر کیا تم نے حکم خدا کو نہیں سنا۔ کہ تم اپنے
گھروں سے باہر نہ نکلنا۔ پس کس لئے حکم خدا کی مخالفت کی حضرت ابوبکر
نے کہا یا رسول اللہ میرا دل آپ کی طرف سے خائف تھا۔ مجھ سے نہ ہو سکا
کہ آپ کو چھوڑ کر گھر بیٹھ رہوں۔ اس وقت پیغمبر خدا حیران تھے۔ کہ کیا کیا جائے
کہ اس واسطے کہ حکم الہٰی نہ تھا۔ کہ کسی کو اپنے ہمراہ غار میں لے جایا جائے
کہ اتنے میں جبرائیل امین نازل ہوئے۔ اور کہا یا رسول اللہ قسم خدا کی اگر آپ نے
ان کو چھوڑ دیا۔ تو کفار ان کو ہمراہ لے آئیں گے۔ اور آپ کو قتل کر ڈالیں
گے۔ پس پیغمبر خدا ضرورتاً ان کو اپنے ساتھ لیکر غار میں داخل ہوئے۔
اے ابراہیم ظاہر ہے۔ کہ حضرت ابوبکر نے حکم خدا اور رسول کی مخالفت کی
اور گھر سے باہر نکلے — اور یہ جو میں نے کہا کہ اس پر اجماع امت ہے
کہ پیغمبر خدا بالضرورت ان کو ساتھ لے گئے۔ کہ مبادا کفار ان کو گرفتار کریں
اور یہ امر موجب رسوائی رسول خدا ہو۔:

دوسرے اور سن اے ابراہیم پروردگار نے ابوبکر اور ان کے
ساتھیوں کے حالات سے اپنے رسول کو خبر دی تھی۔ کہ جو رسول کے بعد
واقع ہونے والا ہے۔ اور علاوہ اس کے پیغمبر خدا۔ ان سے مطمئن بھی نہ تھے

اس لئے مصلحتاً ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ اور آیت :-
"یَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ" - سورہ ۳ آل عمران آیہ ۱۶۷
یعنی اپنے منہ سے وہ باتیں کہہ دیتے ہیں۔ جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں
اور کتنی ہی آیات قرآنی نفاق کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اے ابراہیم
حضرت رسول خدا جلیس و انیس سے مستغنی تھے۔ اور ان کا انیس خدا
تھا۔ اور انیس و جلیس ان کے حضرت جبرئیل تھے۔ اور آیہ بجنود لم تروھا
اس کی شاہد ہے:-

"اے ابراہیم تو نے یہ کہا کہ خدا نے حضرت ابوبکر کو صاحب رسول کہا
پس جان کہ لفظ صاحب زبان عربی اور لغت قرآن میں کسی شرف و فضیلت
کا حامل نہیں ہے۔ اور مجرد صحبت سے ان کو کوئی شرف و فضیلت حاصل نہیں ہوتا۔ اس
لئے کہ اس صحبت سے انہوں نے رسول سے کسی ضرر کو دفع نہیں کیا۔ اور نہ
اعدائے دین سے محاربہ و مقابلہ کیا اور نہ کوئی معاونت کی اگر کچھ بھی کیا
ہوتا۔ تو جس طرح دوسروں کے واقعات تاریخ میں مذکور ہیں۔ ان کے بھی
ہوتے مگر کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور قرآن مجید میں صاف طور پر کافر کو صاحب
مومن کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:-
"قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِن
تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّاكَ ... رَجُلًا" سورہ کہف ۱۸ آیہ ۳۷
اس کا ساتھی جو اس سے باتیں کر رہا تھا۔ کہنے لگا۔ کہ کیا تو اس پروردگار
کا منکر ہے۔ جس نے تجھے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے پھر تجھے بالکل ٹھیک

مرد بنا دیا۔ اور اسی طرح اشارہ ہوتا ہے۔

ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ
يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۔ سورہ نسا ۳۴ آیہ ۴۶۔

کفار سے کہا جا رہا ہے۔ کہ تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) کو کسی طرح کا جنون نہیں ہے۔ وہ تو بس تمہیں ایک سخت عذاب (قیامت) کے سامنے (آنے) سے ڈرانے والا ہے۔

اور دوسری جگہ فرماتا ہے۔ أَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِم ۔

کیا تم اپنے صاحب کے بارے میں تفکر نہیں کرتے اسی طرح جناب یوسف ؑ کے تذکرہ میں ہے۔ کہ جب قید خانے سے دو کافر رہا ہو کر جانے لگے تو جناب یوسف ؑ نے ان دونوں کافروں کو يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ ۔ کہا یعنی اے میرے قید کے صاحبو۔ حالانکہ وہ دونوں کافر تھے۔ اسی قبیل سے اور بہت سی آیات ہیں۔

نتیجہ اے ابراہیم لفظ صاحب سے فضیلت پر دلیل قائم کرنا ہو۔ اگر یہ فضیلت ہے۔ تو حضرت یوسف ؑ کے قید خانے کے کافر ساتھیوں کو بھی فضیلت ہوتی۔ اور سگ اصحاب کہف بھی غار میں ان کا مصاحب تھا اور زن نوح کافرہ تھی اسکے صاحب نوح ؑ تھے۔ اور اسی طرح زن لوط کافرہ تھی۔ اور حضرت لوط کے ساتھ شرف صحبت حاصل تھا۔ اور گدھے کو صاحب کہتے ہیں۔ اور عرب میں یہ مثل مشہور ہے کہ ـــ بئس الصاحب الحمار
۱ یعنی ؛ ـــ پس حضرت ابوبکر کو ہمراہی رسول سے کیا فضیلت

حاصل ہو گی تیسری فضیلت لَا تَحْزَنْ کو شمار کرتا ہے۔ یعنی پیغمبر نے نہایت شفقت و مہربانی سے کہا کہ غمگین نہ ہو۔ اے ابراہیم حضرت ابوبکر کا حزن اس حالت میں کہ حضرت رسول خدا کے ساتھ تھے۔ انتہائی خوف و بزدلی سے تھا۔ یہ طاعت تھی۔ یا معصیت۔ ابراہیم بسبب دہشت و خوف خاموش تھا۔ اور کوئی جواب نہ دیتا تھا۔ حضرت شیخ نے کہا اے ابراہیم اگر ابوبکر کا حزن و خوف طاعت تھی۔ تو حضرت نے اس کو طاعت و خوف سے منع فرمایا نعوذ باللہ من ہذہ الاعتقاد ۔ بھلا پیغمبر کب کسی کو طاعت خدا سے منع کر سکتا ہے۔ اگر ان کا حزن معصیت تھا اس ہمراہی سے کیا فضیلت و بزرگی حاصل ہوئی۔ اور دوسرے یہ کہ پیغمبر خدا چاہنے والے طاعت کے تھے۔ نہ کہ معصیت کے اور منع کرنے والے معصیت کے تھے۔ نہ کہ طاعت کے۔

۱۰ اے ابراہیم حضرت ابوبکر کا حزن دلالت کرتا ہے۔ کم صبری اور نہ ہونا رضامند ہونے قضا و قدر خدا تعالیٰ و صحبت رسول خدا پر۔ اور ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر کو قول رسول پر اعتماد نہ تھا۔ اس لیے کہ رسول خدا نے مقام و سمت جانے کی ان کو تنبیہ کی تھی۔ کہ میں بحکم الٰہی اس غار کی طرف آیا ہوں اور اس میں ہم شر اعدا سے محفوظ رہیں گے۔ اور دشمنوں اور کافروں سے ہم کو کسی طرح کا ضرر و رنج نہ پہنچے گا۔ اور تم جو کہتے ہو۔ کہ ابوبکر حضرت رسول خدا کے جلیس و انیس تھے۔ اور پیغمبر ان کو بہت چاہتے تھے۔ اس لیے غار میں ساتھ لے گئے۔ پس یہ کیا تھا کہ ابوبکر نے یہ نہ جانا کہ پیغمبر خدا واسطے

اور خوف و بیم بسبب عدم اعتقاد و ایمان تھا پس ان کو معصیت میں

محفوظ رہنے شر اعدا کے بحکم الٰہی غار میں گئے ہیں اور پھر جزع و فزع شروع کر دی۔ اور قریب تھا کہ رسول خدا کو رسوا کریں۔ بلکہ غرض اس چیخنے اور چلانے کی یہ تھی۔ کہ کفار مطلع اور آگاہ ہو جائیں۔ کہ رسُول یہاں ہیں لیکن امر الٰہی نہ تھا۔ اور خدائے تعالیٰ حافظ رسُول تھا۔ اے ابراہیم اگر ابوبکر کو پیغمبر خدا پر کامل ایمان ہوتا تو خدائے تعالیٰ سانپ کو ان پر مسلط نہ کرتا اور ان کے پاؤں میں نہ کاٹتا۔ بلکہ خدا تعالیٰ ان کو سانپ کے کاٹنے سے بچاتا جس طرح پیغمبر خدا کو کفار کے شر سے بچایا۔ باوجودیکہ جماعت کثیر غار کے چاروں طرف پھری اور حضرت کے پائے مبارک کے نشان غار کے منہ تک پائے۔ باوجود اس کے خدا نے ان کو کفار کے شر سے بچایا:۔

اے ابراہیم جو دوسری فضیلت تو نے بیان کی کہ حضرت نے ابوبکر سے کہا کہ:۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا :۔ یعنی خُدا ہمارے ساتھ ہے۔ یعنی میرا اور تیرا حافظ و ناصر ہے۔ اس سے رسُول کی غرض یہ تھی۔ کہ خدا میرا حافظ و ناصر ہے۔ اور اگر بالغرض حضرت ابوبکر کے بھی شامل حال ہو تو اس سے الا کو کیا فضیلت حاصل ہوئی۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ وَلَآ اَکْثَرَ اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ :۔ "

سُورہ مجادلہ ۵۸ آیہ ـــ " ترجمہ

" خُدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ راہ چلنے والوں سے نہیں ہیں۔ تین مگر یہ کہ چوتھا۔ ان کا خدائے تعالیٰ ہے۔ اور نہیں ہیں۔ پانچ مگر یہ کہ خدا ان کا چھٹا

نہ کمتر ہیں۔ ان سے اور نہ زیادہ مگر خدا ان کے ہمراہ ہے"۔ اور یہ آیت تمام کفار و یہود و ترسا اور مومنین و منافقین کے شامل حال ہے پس ابوبکر کو اس سے کیا حاصل ہوا۔

اے ابراہیم معلوم ہو کہ مسجد رسول مرتبہ میں غار سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اور اس میں مومن و منافق و کفار سب ہی جمع ہوتے ہیں۔

" اے ابراہیم مثلاً کسی شخص کے ساتھ جانور بھی ہو مثل گھوڑے اونٹ گدھے کے اور وہ چوروں اور رہزنوں کے خوف سے کسی گہر یا وادی میں پناہ لیوے اور کہے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اور ہمیں اس وادی میں محفوظ رکھے گا۔ یعنی مجھ کو اور میرے اس جانور کو جو میرے ساتھ ہے۔ تو اس جانور کو اس سے کیا شرف و بزرگی حاصل ہوئی۔ جب حسینہؓ کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو ہارون بہت خوش ہوا۔ اور رہنسا باوجودیکہ بہت متعصب تھا۔ اور اہلبیت اطہار سے انتہا عداوت رکھتا تھا۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے اسکو حسینہؓ پر ایسا مہربان کیا تھا۔ کہ اگر اسکو لوگوں کی طعنہ زنی کا خیال نہ ہوتا تو باوجود منصب خلافت و سلطنت کے اٹھ کھڑا ہوتا۔ اور حسینہؓ کے گرد پھرتا۔ اور حسینہؓ کے دست و پا کو چومتا۔

دوسری مرتبہ حسینہؓ نے کہا۔ اے ابراہیم متوجہ ہو کہ ابھی ابوبکر کے مطاعن آیۂ غار میں بہت ہیں۔ اور سب سے زیادہ باعث رسوائی و ایمان سے بے بہرہ ہونے کی دلیل یہ آیت ہے۔ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ " تا۔ آخر آیت پس اللہ نے اس (محمدؐ) پر تسکین نازل فرمائی چونکہ اللہ

کی جانب سے سکینہ نازل ہونا مخصوص فضیلت تھی۔ اس لئے یہاں ضمیر واحد مذکر کی آئی۔ اور چونکہ لفظ معنا میں کوئی فضیلت بھی نہ تھی۔ وہاں جمع کے صیغہ سے بیان کیا۔ اور اس مقام پر ضمیر واحد دلیل ہے کہ انزال سکینہ ابوبکر پر نہیں ہوا۔ اور اس الہام سے بے بہرہ رہے۔ اور اگر ابوبکر پر انزال سکینہ ہوتا۔ تو آیت اس طرح ہوتی۔

"فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِمَا۔"

"اور بجائے ضمیر واحد مذکر مجرور ضمیر تثنیہ مذکر مجرور متصل ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو مقام پر خبر دی ہے کہ حضرت رسالت پناہ پر انزال سکینہ کیا ہے۔ اور اس آیۂ غار میں اور دوسرے غزوۂ حنین میں جب لشکر اسلام نے شکست کھائی اور ابوبکر، عمر، وعثمان اور بہت سے صحابہ حضرت رسول خدا کو نرغہ کفار میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر حضرت امیرالمومنین علیؑ اور نو ہاشمی آدمی جو خالص مومن تھے۔ نہ بھاگے۔ اور امیرالمومنین کی ہمراہی میں قدم ہمت و مردانگی میدان قتال و جدال میں مضبوط و مستحکم رکھا۔ اور سر و جان کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور برابر لڑتے رہے۔ اس وقت خدا نے ان کے حق میں فرمایا کہ۔

لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ وَّیَوْمَ حُنَیْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ کَثْرَتُکُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْکُمْ شَیْئًا وَّضَاقَتْ عَلَیْکُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُّدْبِرِیْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ سورہ توبہ ۹ آیۃ ۲۵ — ۲۶ — ترجمہ

تمہاری بہتیرے مقامات پر امداد کی اور خاص کر جنگ حنین کے دن جب تمہیں اپنی کثرت (تعداد) نے مغرور کر دیا تھا۔ پھر وہ کثرت تمہیں کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور (تم ایسے گھبرائے کہ) زمین باوجود اس وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے تب خدا نے اپنے رسول پر اور مومنین پر اپنی (طرف سے) تسکین نازل فرمائی۔

"اس سے ثابت ہوا کہ نزول سکینہ صرف مومنین پر ہوتا ہے۔ غیر مومن پر نہیں ہوتا پس خروج سکینہ سے خروج ایمان دلیل ہے۔ اور تم اس سے غافل ہو۔ اے ابراہیم بروز حنین جو مومنین رسول خدا کے ہمراہ رہ گئے تھے۔ ان پر اور مومنین پر نزول سکینہ ہوا۔ اور غار میں ابوبکر کے علاوہ اور کوئی مومن نہ تھا۔ پس فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ فرمایا۔ حضرت ابوبکر کا مطلق ذکر نہ فرمایا۔ اور اگر نزول سکینہ میں ابوبکر بھی شامل ہوتے تو بجائے ضمیر مفرد کے ضمیر تثنیہ ہوتی علیہما ہوتا۔ پس آیت غار سے ان کو کچھ فائدہ نہیں ہے۔

"اے ابراہیم تم اس طرح کی فضیلت بیان کرتے ہو۔ کہ جس سے ابوبکر کا ایمان ہی ثابت نہیں ہوتا ہے۔ اور جو دوسرے فضائل بیان کرتے ہو۔ وہ بھی مثل اسی کے ہیں۔ اس طرح کے مزخرفات کو نظر خلائق میں جلوہ دیتے ہو۔ اور احادیث موضوعہ زبان خلائق پر جاری کرتے ہو۔ اور فاسقون و فاجرون بلکہ اشد کفار کی افضلیت خاندان عصمت و طہارت پر ثابت کرتے ہو۔ اور حضرت علیؑ کہ جنہوں نے اپنی جان حضرت رسول خدا پر

فدا کی اور حضرت کے بستر پر آرام فرمایا۔ کہ کفار رسول کے بدلے ان کو قتل کریں۔ اس جانثاری کو دیکھ کر خدا نے تعالیٰ نے فخر و مباہات کیا اور تمام ملائکہ آسمان و زمین کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے ملائکہ میں نے تم میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے۔ آیا تم میں سے کوئی ایسا ہے۔ کہ اپنی جان کو اپنے بھائی پر فدا کر دے۔

کسی فرشتہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت حکم الٰہی ہوا کہ اے ملائکہ جاؤ اور دیکھو کہ علی ابن ابیطالب کس طرح اپنی جان اپنے بھائی پر فدا کئے ہوئے ہے۔ پس ملائکہ مقربین گروہ گروہ نازل ہونا شروع ہوئے۔ اور زیارت امیر المومنین سے مشرف ہونے لگے۔ اور حضرتؑ پر درود و سلام بھیجتے تھے۔ جبرائیل میکائیل کو حکم الٰہی ہوا۔ کہ تم میں سے ایک علیؑ کے سرہانے رہے۔ اور دوسرا پائے مبارک کی طرف ساکن ہو۔ اور اعدائے دین سے ان کی حفاظت کرو۔

اے ابراہیم عبداللہ بن عباس سے مروی ہے: کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے دست خلیلؑ سے ذبح ہونا قبول کر لیا۔ باوجود مرتبہ نبوت و خلت کے اور اسمٰعیلؑ یہ جانتے تھے۔ کہ الٰہی مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا ہے۔ کہ مستحق قتل ہوں۔ اور امیر المومنینؑ نے شمشیر مشرکین سے قتل ہونا قبول کیا۔ اور یہ سب کافر بے دین تھے۔ اور ہمیشہ حضرت محمد مصطفیٰؐ و علیؑ کے درپے رہتے تھے۔ اور حضرت علیؑ سے سخت دشمنی رکھتے تھے۔ ایسے وقت میں حضرت علیؑ نے جان فشانی کی اور اپنی جان سے

حضرت رسول خدا کی حمایت کی اور یہ آیۃ شب ہجرت حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

سورۂ بقرہ ۲ آیہ۔ لوگوں میں ایک وہ ہے۔ جو مرضات خدا کے عوض اپنے نفس کو بیچتا ہے۔ اگر سب تمہاری تفسیروں اور کتابوں میں لکھا ہے۔ پھر کس واسطے اس کا اظہار نہیں کرتے۔ اور ان فضائل کو بیان نہیں کرتے ہو۔ اور اسی شب ہجرت کے واقعات میں تمام تاریخیں ہمزبان ہیں۔ کہ رات بھر علی رسولؐ کے بستر پر آرام فرماتے رہے۔ اور اس طرح اپنی جان ان پر فدا کی اور ان کی حمایت کی۔ اور ان کے بستر پر ان کے خلیفہ و قائم مقام تھے۔ اور حضرت رسول خدا کے مدینہ چلے جانے کے بعد ان کے اہل و عیال پر خلیفہ و قائم مقام تھے۔ اور تمام اہل حرم کو مع اسباب وغیرہ کے مکہ سے مدینہ لے کر آئے۔ اور راستہ میں کفار قتل و غارت کے ارادے سے آئے۔ مگر کسی کی یہ مجال و طاقت نہ تھی کہ کچھ نقصان پہنچا سکے سب اسباب کو بحفاظت مدینہ میں حضرت کی خدمت میں پہنچایا۔ اگر کسی کو مہاجر کہیں تو مہاجر اس کو کہتے ہیں جس میں یہ سب فضائل موجود ہوں پس جب کہ حضرت علیؑ بستر رسول پر ان کے قائم مقام تھے۔ اور سورہ برات کے پہنچانے میں قائم مقام تھے۔ پس کس سبب سے حضرت رسول خدا کے بعد خلیفہ و قائم مقام نہ ہوں۔ اے ابراہیم جاننا چاہیئے۔ کہ ابوبکر غار میں حضرت رسول خدا کے ساتھ تھے۔ اور ان کے ساتھ مدینہ گئے

یہ امر صحیح نہیں ہے۔ کہ ایسے شخص کو مہاجر کہیں:- ارشاد رب العزت ہے کہ:- وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ

سورہ النساء آیۃ ۔ جو شخص اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کرکے اپنے گھر سے نکلے اور پھر راہ میں موت کو دیکھے تو یقیناً اللہ پر اس کا اجر قائم ہو گیا۔ اے ابراہیم معلوم ہو کہ حضرت رسول خداؐ کی ہجرت اللہ کی طرف تھی۔ اور مومنین کی ہجرت رسول اللہ کی طرف تھی۔ اور حضرت ابوبکر کی ہجرت میں خدا اور ان کے درمیان رسول خدا واسطہ تھے۔ اس لئے کہ ابوبکر حضرت کی ملازمت میں تھے۔ اور جو رسول کے ساتھ ہو۔ تو اس میں نیت ہجرت کی نہیں بلکہ ایک قسم کی ملازمت ہے۔ پس ایسی ہجرت ہجرت ثابت نہیں ہوی۔ جب تک کہ اپنے مسکن سے بعد رسول خدا ہجرت نہ کرے۔ اور جو کوئی رسول خدا سے پہلے ہجرت کرے۔ تو اس کو بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ مہاجر ہے۔

تو جب حسینہؑ کی بحث یہاں تک پہنچی تو ہارون نے اپنے وزیر یحییٰ کو بلایا۔ اور کہا اے یحییٰ! حسینہؑ نے امامت علی ابن ابی طالب پر دلائل قائم کرنے میں کسی طرح کی کمی نہیں کی ہے۔ اگر یہ ہمارے طریقہ پر ہوتی تو میں اسے اپنے نکاح میں لے لیتا۔ یحییٰ نے کہا حضور یہ جس طریقہ پر بھی ہو یہ انعام و اکرام کی مستحق ہے۔ اس کے بعد ہارون نے ابراہیم سے کہا کہ حقیقت مسئلہ قضا و قدر اور کیفیت آیہ غار مجھ کو معلوم ہوئی۔ اب تو کیا کہتا ہے

کلام اللہ کے بارے میں کہ وہ حادث ہے۔ یا قدیم ہے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں:- کہ اس مسئلہ کی حقیقت بھی مجھ پر روشن ہو۔ اس وقت ابراہیم شرمندگی کی وجہ سے خاموش بیٹھا ہوا تھا یحییٰ نے کہا ابراہیم کیوں نہیں کہتا کہ کلام خدا قدیم ہے۔ یا حادث اس پر ابراہیم نے کہا کہ میرا اعتقاد یہ ہے:- کہ کلام خدا قدیم ہے۔ کہ اس لئے کہ کلام خدا غیر حروف و اصوات ہے اور کلام صفت خدا ہے۔ اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور صفات خدا قدیم ہیں۔ اور یہ حروف قرآن کلام خدا پر دال ہیں۔ اور ہمارا اعتقاد یہ ہے۔ کہ خدا نے مخلوقات کی خلقت سے پہلے خلق کیا۔ جب ابراہیم نے یہ کہا تو ہارون نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اور ابراہیم کو اس کی یہ بات پسند نہ آئی۔ حسینہؑ سے کہا اے حسینہؑ اس بارے میں تو کیا کہتی ہے۔ حسینہؑ نے کہا اے ابراہیم قوم نصاریٰ نے تین قدیم ثابت کئے ہیں اور خدائے تعالیٰ ان کی سرزنش و تکفیر کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ ۔

ان قدیم میں سے ایک اقنوم الاب ہے۔ اور ایک اقنوم الابن ہے اور ایک اقنوم روح القدس۔ اور اوّل سے خدا کو مراد لیتے ہیں۔ اور دوسرے سے عیسیٰ کو اور تیسرے سے جبرائیل کو اور کہتے ہیں۔ کہ اگر تین قدیم نہ ہوں۔ تو خدا کو نقصان لازم آتا ہے۔ اور تم اشاعرہ نے نو قدیم ثابت کئے ہیں:- ذات ۲۔ قدرت ۳۔ ارادت ۴۔ ادراک ۵۔ کلام ۶۔ سمع ۷ بصر ۸۔ علم ۹۔ حیات:- تم ان سب کو قدیم جانتے ہو۔ تین مرتبہ تمہارا اکفر بحکم

صریح قرآنی ثابت ہے۔ اور تم چھ درجہ قوم نصاریٰ سے کفر میں بڑھے ہوئے ہو۔ اے ابراہیم حاشا کلام خدا کب قدیم ہو سکتا ہے۔ اس واسطے کہ اہل بیت اور تمام عقلا کے نزدیک یہ حروف منظوم ہیں۔ جو کتابوں میں مکتوب ہیں۔ اور ہمارا اعتقاد یہ ہے۔ کہ خدا قادر ہے۔ کہ ایجاد کرے حروف و اصوات کو جسموں میں سے کسی بھی جسم میں اور خدا کو اسی اعتبار سے متکلم کہتے ہیں۔ اور یہ کہ کلام مرکب ہے۔ حروف سے البتہ مرتب ہوا۔ بعضے مقدم اور بعضے مؤخر اور ہر وہ چیز جس میں تقدیم و تاخیر ہو۔ وہ حادث ہے۔ اور دوسرے یہ کہ تمام اوامر و نواہی و اخبار حادث ہیں۔ اس لئے کہ معدوم کو کسی شے سے امر کرنا اور کسی شے سے نہی کرنا محال ہے۔ اور قرآن مجید حضرت رسول خدا کا معجزہ ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ محدث ہیں۔ پس کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ ان کا معجزہ قدیم ہو۔ اگر کہا جائے۔ کہ قدیم ما بین الدفتین ہے۔ تو یہ بھی غلط ہے۔ اس لئے کہ ما بین الدفتین کتابت ہے۔ اور یہ بھی ہے۔ کہ کتابت محدث ہے۔ اور اگر کہا جائے۔ کہ حروف و اصوات قدیم ہیں۔ تو بھی محال ہے۔ اس واسطے کہ بعضے مقدم اور بعضے مؤخر اور بعضے سابق اور بعضے لاحق اور ہر ایک زمانہ کے ساتھ محصور و منتہا ہے اور جو چیز ایسی ہوتی ہے۔ وہ قدیم نہیں ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ قدیم وہ معنی ہیں۔ جو مکتوب و حروف و اصوات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ معنی یا امر ہے یا نہیں ہے۔ یا قصص یا اخبار یا وعد یا وعید یا ناسخ یا منسوخ اور جس طرح ہم کہیں کہ معدوم کو کسی چیز کے ساتھ وعدہ

کرنا یا وعید کرنا۔ کسی چیز کا کسی چیز سے نہی کرنا۔ اور یہی خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ ”فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ“
”اور مراد حدیث سے قرآن ہے۔ اور حدیث مقابل میں قدیم کے ہے۔ اور جو حدیث ہو گی۔ وہ قدیم نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:۔
”مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ۔ سورہ انبیاء ۲۱ آیہ ۲
جب ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے پاس کوئی نیا حکم آتا ہے۔ اور ذکر سے مراد قرآن ہے۔ جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے۔
”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ۔ سورہ حجر ۱۵ آیہ ۹“
بے شک ہم ہی نے ذکر (قرآن) نازل کیا اور ہم ہی تو اس کے نگہبان بھی ہیں۔
” اور محدث مقابل میں قدیم کے ہے۔ اگر قرآن قدیم ہو تو انبیاء و اولیاء و صلحا و فساق و فاجر اور تمام کفار کہ ان کا ذکر قرآن میں فرمایا ہے۔ سب کو قدیم ہونا چاہئے تھا۔
حسینؑ نے کہا اے ابراہیم تو نے یہ جو کہا۔ کہ خدا مخلوقات کی پیدائش سے پہلے امر و نہی کرنے والا تھا۔ پس کیا کہتا ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اور يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا و يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ و يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَن يُؤْذَنَ لَكُمْ۔ ”اے ابراہیم اگر کوئی شخص اپنے

گھر میں تنہا بیٹھ کر کہے اے سالمؔ اور اے غانمؔ جا اور اے قابل اٹھ
اور اے مقبول بیٹھ کوئی شخص اس سے پوچھے کہ تو کس کو بلاتا اور کس سے
باتیں کرتا ہے۔ وہ کہے۔ کہ میرے دل میں یہ سب باتیں ہیں۔ کہ تیس سال
کے بعد چند غلام خریدوں گا۔ اور ان کے نام سالم و غانم و قابل و مقبول
رکھوں گا۔ اس وقت ان کو یہ نام لے کر پکاروں گا پس ایسے آدمی کو کہ
جو معدوم سے مخاطب ہو کر کلام کرے ہر صاحب عقل اس کو احمق و مجنوں
کہے گا پس اے ابراہیم کیوں کر جائز ہو سکتا ہے۔ کہ بے وقوفوں اور
مجنونوں کے افعال معاذ اللہ خدا کی طرف منسوب کئے جائیں۔ جب
حسینہؑ نے یہ بیان کیا تو ہارون نے حکم دیا۔ کہ طبق زر لائیں۔ اور حسینہ پر
نثار کریں۔ اس وقت جتنے ارکان دولت و اعیان مملکت حاضر تھے
حسینہؑ کی مدح و ثنا کرتے تھے۔ اور ہر طرف سے تحسین و مرحبا کی آوازیں
بلند تھیں۔ اور اکثر سلاطین زماں اطراف و اکناف عالم سے دار الخلافہ
بغداد میں حسینہؑ کا مباحثہ سننے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اور اکثر کے دل
میں محبت اہلبیتؑ تھی۔ مگر خلفائے بنی عباس کے خوف سے اپنے اعتقاد و
طریقہ کو ظاہر نہ کر سکتے تھے۔ سب ہی حسینہؑ کیلئے دعا کرتے تھے۔ اور
تمام خلائق حسینہؑ کی فصاحت و بلاغت اور تقریر شیریں کو سن کر حیران و
ششدر تھی۔ اور اکثر علمائے اشاعرہ نے شرمندگی کی وجہ سے اپنا سر
جھکا لیا تھا۔ اور ابراہیم عوفی کرسی زرین پر خجل و منفعل بیٹھا تھا۔ حسینہ
نے کہا اے ابراہیم تو اس زمانہ کا سب سے بڑا عالم فاضل ہے۔ اور میں ایک

بے کس کنیز ہوں۔ کہ مجھ کو کافر قید کر کے لائے۔ اور میرے خواجہ نے کہ
جو اس مجلس شریف میں حاضر ہے۔ چند درہم ناقص میں خرید کر اہل اسلام
کا طریقہ روشن تعلیم و تلقین فرمایا۔ اور میں شرف اسلام و ایمان سے مشرف
ہوئی۔ اور واجب الوجود کی معرفت حاصل کی اور چشم بصیرت کھول کر اپنے پیغمبر
و امام کو پہچانا۔ چند مسئلے میرے دل میں ہیں۔ بطور تحقیق و ایقان تجھ سے دریافت
کرتی ہوں۔ نہ کہ براہ چھیڑ و امتحان کے پس تو میری ان مشکلات کو حل کر تاکہ
حسب مقدور تیری تعریف و توصیف کروں اور اس کے بعد تمام عمر تیری
ملازمت میں گزاروں۔

اے ابراہیم جب بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تو وہ اس وقت یہودی ہے نہ ترسا
ہے۔ اور نہ مسلمان ہے نہ مشرک ہے۔ نہ شیعہ ہے۔ نہ سنی ہے۔
پس ماں باپ اور استاد و معلم اسکو مسلمان یا کافر یا یہودی یا ترسا اُن کے
علاوہ اور مذہب مختلفہ میں سے چاہیں تعلیم کریں۔ اور معلوم ہو اے
ابراہیم جس شخص کا اعتقاد باطل ہو۔ وہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا یہ
کہ اپنے اعتقاد کو حق تصور کرے۔ اور اس پر آخر تک مضبوط و مستحکم رہے
دوسرے یہ کہ جانتا ہے۔ کہ اعتقاد باطل ہے۔ اور از روئے مکر حق کو چھپائے
اور لوگوں کو اس اعتقاد پر فریفتہ کرے۔ ان دونوں کی جگہ دوزخ ہے۔ پس آج
تجھ سے جو کچھ سوال کروں بے تامل جواب دے۔ اور یہ بھی جان کہ بتوفیق اللہ
تعالیٰ دین پیغمبر و امام میں بالیقین ہوں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ اور صراط و لوح و حوض
کوثر، اور اہل بہشت و دوزخ اور اہل حق اور اہل کفر کو میں نے خوب پہچانا ہے

لیکن چند اختلافات کی وجہ سے جو واقع ہیں متردد ہوں ۔ لہذا اس
کی تحقیق چاہتی ہوں ۔ کیوں کہ میں نے آٹھ مسئلوں کا جواب دیا ۔ اور
عاجز نہ ہوئی ۔ توقع رکھتی ہوں ۔ کہ میرے چند شبہات میرے دل سے ایسا
نکال کہ مجکو یقین حاصل ہو ۔

اے ابراہیم خدا و رسول و امام کی معرفت کے بعد مسلمانی کی بنیاد
روزہ نماز خمس و زکوٰۃ ، حج ، جہاد ، اور امر بالمعروف پر ہے ۔ چنانچہ
صوم و صلوٰۃ تو حسب مقدور بجالاتی ہوں ۔ اور امیدوار ہوں بتوفیق خلیفہ
زمان مجھ کو استطاعت و مکنت بھی حاصل ہو جائے ۔ کہ اپنے مال خمس و زکوٰۃ
مستحقین کو پہنچاؤں ۔ اور بعد اسکے بتوفیق ایزدی سفر مکہ معظمہ کروں اور
بعد طے مراحل و منازل شرائط مناسک حج بجالاؤں اور جہاد کہ رکن عبادات
سے ہے ۔ اور وہ اب مجھ پر واجب ہوا ہے ۔ اگر کوئی میرے دین کی توہین کا ارادہ
کرے ۔ اس سے جہاد کروں اور جانا تو کہ مجھ پر تیغ سنان سے جہاد واجب نہیں ہے
البتہ تیغ زبان سے جائز ہے ۔ اے ابراہیم یہ تمام مشقتیں کہ جن کی متحمل ہوئی
ہوں ۔ مثل مکہ معظمہ جانا فقرا مساکین کو زکوٰۃ دینا موسم گرما میں روزے رکھنا
اور ایام سرما وضو کرنا ۔ اور نماز پڑھنا یہ تمام تکالیف و زحمتیں میں نے اپنے
اوپر واجب و لازم کی ہیں ۔ تاکہ حقیقت امامت و خلافت کو جانوں حقیقت
ایمان کو پہچانوں اور فرمانبرداری کا طریقہ نہیں جانتی ہوں اور عالم نہیں ہوں
کہ سچ و جھوٹ میں تمیز کروں ۔ خانہ خدا کو نہیں جانتی اور حقیقت میں وجود
پیغمبر کا ہے ۔ یہ بھی نہیں پہچانتی ۔ اور وحی پیغمبر پر نازل ہوئی ۔ اس کا مجکو اعتبار نہیں

ہے ۔ اور عصمت و طہارت و راست گوئی پیغمبر پر مجکو ایمان نہیں ہے
پس ان تمام زحمت و تکلیف کا اٹھانا بے فائدہ ہے ۔ اور کیا لذت ان
اعمال میں اور کیا فائدہ ان مشقتوں میں تصور کروں جب کہ صورت یہ ہے کہ
جن لوگوں نے بعد پیغمبر خدا خلافت سے تخلف کیا اور بہت ناحق خون کئے
ہیں ۔ اور اموال کو غصب کیا ۔ اور پیغمبر کے اہلبیت پر وہ ظلم و جفا کئے ہیں ۔ کہ تمام
خلائق پر ظاہر ہے ۔ اور مخالفت خدا و رسول کر کے کافر ہوئے ۔ اور سب کلمہ شہادت
کہتے تھے ۔ اور اظہار اسلام کرتے تھے ۔ اور اب ان کو امام و پیشوا خلیفہ
خدا و رسول کہتے ہیں ۔ میں ان اختلافات کو نہیں جانتی ۔ اور ان معتقدات
کو جن کو سنتی ہوں نہیں پہچانتی ۔ پس جاننا چاہیے ۔ کہ اول خدائے تعالیٰ دانا
و بینا ہم سے مواخذہ کریگا ۔ کہ کس واسطے تم نے آگاہ کیا میرے بندے کو آج
تو علماء اہلسنت و جماعت کے نزدیک سب سے بڑا عالم و فاضل ہے ۔
اور پیشوائے اہل زمانہ ہے ۔ مجھ سے بیان کر کہ وہ لوگ جنہوں نے مال و جاہ
و منصب و اعتبار دنیا کے لئے یا از راہ تعصب و عناد اور بغض و عداوت
راہ حق کو چھپایا اور مخالفت خدا و رسول کی پس ان پر لعنت کرنا واجب
ہے یا نہیں ؟

ابراہیم نے یہ سن کر سر جھکا لیا اور تمام حاضرین علماء ہارون کی طرف
دیکھنے لگے وہ بعض سر جھکائے ہوئے بیٹھا تھا ۔ حسنیہؑ نے کہا اے ابراہیم جواب
دے کہ اگر کوئی شخص تحقیق احادیث کرے تو پس یہ تحقیق از راہ ہدایت و عطائے
خدائے تعالیٰ ہے ۔ یا از راہ کسب و تقلید ہے ۔ یا دونوں جانب سے ہے

وقت اس ابراہیم خوف کی وجہ سے کچھ جواب نہ دیتا تھا حسینیہ نے کہا اے
ابراہیم اگر مجکو دین میں کوئی مشکل واقع ہو تو کہاں جاؤں اور کس سے تحقیق کروں
اور آج اس مجلس میں اکثر علمائے عراق و مصر و شام و مکہ و یثرب موجود ہیں
مگر کوئی میرے سوال کا جواب نہیں دیتا پس ابو یوسف کہ جو مفتی تھا اور
قاضی بغداد تھا بولا اور کہنے لگا۔ اے حسینیہ تیرا سوال بر سبیل تحقیق نہیں ہے
بلکہ از روئے طعن و تشنیع و اعتراض ہے۔ جو کچھ چاہتی ہے سوال کر حسینیہ نے
کہا کہ میں نے بہت سی حدیثوں کو سنا ہے۔ اور تفسیروں کا مطالعہ کیا
ہے۔ کہ امیر المومنین و امام حسنؑ و امام حسینؑ و سلمان، و ابوذر و مقداد
و عمار یاسر سے منقول ہیں۔ اور بعضے ان کے خلاف کہتے ہیں۔ اور تم بھی ان
کی مخالفت کرتے ہو۔ اور ان کو باطل جانتے ہو۔ اور جو کوئی ان پر عمل کرتا
ہے۔ اس کی تکفیر کرتے ہو۔ اور تمہاری اکثر احادیث معاویہ و مولانس
و انس بن مالک و عائشہ و غیرہ سے منقول ہیں۔ اور آدمیوں کے اختیار
میں حق ہے۔ اور باطل ہے سچ ہے۔ اور جھوٹ ہے۔ خاص ہے۔ اور
عام محکم ہے۔ اور متشابہ ہے۔ حفظ ہے۔ اور وہم ہے۔ اور دونوں
گروہوں کی مخالفت سب خلائق پر ظاہر ہے۔ پس مجھ سے بیان کر کہ دونوں
میں سے کس گروہ نے جھوٹ کہا اور پیغمبر خدا پر افترا کیا۔ اور احادیث موضوعہ
کو زبان خلائق پر جاری کیا۔ اور قرآن کی احادیث موضوعہ کے
موافق تاویل کی حالانکہ صاحب شریعت نے فرمایا ہے۔ کہ حدیث مجھ
سے تم کو چار شخصوں سے پہنچی ہے۔ پانچواں نہیں ہے۔ پوچھا گیا کہ

وہ چار کون ہیں۔ فرمایا۔ اوّل وہ شخص منافق ہے۔ کہ ایمان کو ظاہر کرتا ہے اور
اپنے کو مسلمان جانتا ہے۔ اور خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور اس کو خدا و رسول
پر جھوٹ باندھنے میں کچھ اندیشہ نہیں ہے پس اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جائے
کہ منافق ہے۔ اور عمداً پیغمبر خدا پر دروغ و جھوٹ باندھتا ہے۔ تو ہرگز اس
کے قول پر اعتبار نہ کریں۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ رسول کی صحبت
میں رہا ہے۔ اور آنحضرت کو دیکھا ہے۔ اور ان سے سنا ہے پس اس شخص
کو قبول کریں اور اعتبار کریں۔ اس کے حال سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور اس کے
نفاق پر مطلع نہیں ہیں۔ جیسا کہ پروردگار عالم منافقین کے وصف میں فرماتا
ہے۔ وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ وَاِنْ یَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ

لِقَوْلِهِمْ ۔ سورہ منافقون ۶۳ آیہ

اے محمد صلعم جب تو ان منافقوں کو دیکھے گا تو تناسب اعضا کی وجہ سے
ان کا قد و قامت تجھے تعجب میں ڈال دے گا۔ اور جب وہ گفتگو کریں گے
تو ایسی کہ تو توجہ سے سنے۔ یعنی بظاہر ان کے اہم و اقوال اچھے معلوم
ہوتے ہیں۔ مگر یہی لوگ تیرے دشمن اور منافق ہیں۔ پس جب رسول
خدا نے ان کو نہیں پہچانا۔ تو دوسرا کیوں کر پہچان سکتا ہے۔ اے
ابراہیم جبکہ ان کو نہ پہچانا اور ان کے کلام کو قبول کیا۔ اور مسلمانوں پر
ان کو حکم دانا بدرستیکہ لوگ بادشاہان دنیا کے تابع ہیں مگر وہ شخص ان کا تابعدار نہ
ہوگا جس کو خدائے تعالیٰ بچائے پس یہ ایک قسم تھی۔ ان چاروں میں سے جو
اوپر ذکر ہوا۔ اور دوسری قسم حدیث بیان کرنے والوں میں وہ شخص ہے

کہ کوئی حدیث و اخبار رسول خدا سے سنی اور اس کو یاد رکھا پس اس میں بھی
غلطی ہو گئی۔ اور بھول گیا۔ اس لئے کہ سہو و نسیان اور غلطی سوائے معصوم
کے ہر شخص سے ممکن ہے۔ مگر اس شخص نے عمداً حدیث پیغمبر کو جھوٹ بیان
نہیں کیا۔ اور وہ حدیث اسکو غلط یاد رہی۔ اور اس کو لوگوں سے بھی بیان کرتا
ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں نے رسول خدا سے اسی طرح سنا ہے۔ اور خود
بھی اس پر عمل کرتا ہے۔ اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ یہ حدیث غلط ہے
تو اس کو قبول نہ کریں۔ اور اگر راوی بھی اسکو غلط جانتا تو اسکو روایت
نہ کرتا۔ اور سن اے ابراہیم تیسرا وہ شخص ہے۔ کہ کوئی بات اس نے رسول خدا سے سنی
کہ کسی چیز کے کرنے سے حضرت نے منع فرمایا تھا اور اس کے بعد حکم فرمایا ہو۔ کہ
اس کو کرو۔ اس وقت یہ راوی حاضر نہ تھا پس نہی کو سنا اور یاد رکھا
اور امر کو نہ سنا پس اگر یہ شخص جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ تو اس کو بیان
نہ کرتا۔ اور اگر مسلمانوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ وہ حدیث منسوخ ہے۔ تو اس
کو قبول نہ کریں گے۔ اور اے ابراہیم چوتھا وہ شخص ہے۔ کہ جو حدیث کو جھوٹ
بیان نہ کرے بسبب خوف خدا۔ تعظیم رسول خدا اس نے کسی طرح پر
اس میں سہو و غلطی نہیں کی بلکہ جسقدر سنا اور جسطرح سنا کہ خدا و رسول نے فرمایا
ہے۔ بغیر کمی و زیادتی کے روایت کی اور وہ عالم ناسخ و منسوخ ہو
پس ناسخ پر عمل کیا اور منسوخ کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ قرآن مجید میں ناسخ و
منسوخ اور خاص و عام محکم و متشابہ ہیں۔ اور خدائے تعالیٰ فرماتا ہے
مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ؕ۔

" سورہ حشر ۵۹ آیہ ۷ " جو کچھ رسول تم کو دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس سے
منع کریں اس سے باز رہو۔ پس جسکو اشتباہ ہو کہ امر خدا و رسول کیا ہے تو وہ کیا
کرے اب تو بیان کر کہ کس گروہ کے قول پر عمل کرنا چاہیئے۔ ان لوگوں کے
قول پر کہ جن کی پاکی کی خدا نے گواہی دی ہے۔ کہ
اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔ سورہ احزاب ۳۳ آیہ ۳۳
"اے پیغمبر کے اہلبیت خدا تو بس یہ چاہتا ہے۔ کہ تم کو ہر طرح کی برائی
سے دور رکھے۔ اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے۔ ویسا پاک و پاکیزہ رکھے
اور باوجود عصمت و طہارت کے اوّل عمر سے آخر عمر تک رسول خدا کے
ہمدم و محرم و صاحب راز رہے آیا ان کی روایات پر عمل کرنا بہتر ہے۔ یا دوسروں
کی روایت پر۔ اے ابراہیم تمام اصحاب کو حضرت رسول خدا سے سوال
کرنے کی مجال نہ تھی۔ اور ہر بات کی تحقیق و تفتیش و تفحص و تجسس حضرت
سے نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے کہ اکثر صحابہ کو مطلق قدرت سوال نہ تھی
اس واسطے کہ خدا نے ان کو منع فرما دیا تھا۔ کہ سوال کریں۔ جیسا کہ
فرماتا ہے:۔
"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَاۗءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ
تَسُؤْكُمْ ۔ سورہ مائدہ ۵ آیہ ۔ ترجمہ
اے ایمان والو ایسی چیزوں کا سوال نہ کرو کہ اگر تمہارے لئے کھول کر بیان
کی جائیں تو تمہیں برا لگے جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو سوال کرنا ترک کر دیا

اور ہمیشہ اصحاب آپ نزد میں رہتے تھے۔ کہ کوئی صحرائی عرب آئے اور سوال کرے تاکہ ہم بھی سنیں۔

اے ابراہیم میرے مولا و آقا، امام جعفر صادقؑ نے روایت کی ہے۔ اور میں نے ان حضرت سے سنا ہے۔ اور وہ حضرت اپنے جد بزرگوار علی بن الحسینؑ سے اور وہ اپنے پدر بزرگوار ابا عبداللہ الحسینؑ سے اور وہ اپنے پدر بزرگوار سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابیطالبؑ نے سلمان فارسی سے فرمایا۔ کہ اے سلمان میں ہر شب میں ایک بار خدمت رسولؐ میں حاضر ہوتا تھا۔ اور ان سے راز کی باتیں کرتا تھا۔ اور ہر روز ایک مرتبہ خلوت ہوتی تھی۔ اور جو کچھ حضرت مجھ سے پوچھتے میں اس کا جواب دیتا۔ اور تمام اصحاب جانتے تھے۔ کہ میرے سوا کوئی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اور رسولؐ خدا سوائے میرے کسی کو اپنا محرم راز نہیں جانتے تھے۔ اور میرے سوا کسی کو مجال نہ تھی۔ کہ خلوت میں حضرت کے پاس جائے اور اکثر خلوت میرے مکان میں فرماتے تھے۔ اور جب کبھی میں حضرت کے پاس جاتا تھا۔ تو آپ اپنے کسی مکان میں خلوت فرماتے تھے۔ اور اپنی ازواج کو وہاں سے علیحدہ کر دیتے تھے۔ اس وقت سوائے میرے کوئی دوسرا حضرت کے پاس نہ ہوتا تھا۔ اور جب کبھی آپ میرے مکان میں آتے تھے۔ تو فاطمہ اور میرے فرزندان کو اٹھا دیتے تھے۔ اس وقت میں حضرت سے اس قدر سوال کرتا تھا۔ کہ سوائے حضرت کے کسی کو ان سوالوں کے جواب کی طاقت نہ تھی اور حضرت از راہ شفقت و مہربانی میرے سوالوں کا جواب دیتے تھے۔ اور جبرائیل امین میرے سامنے حضرت سے باتیں کرتے تھے۔ اور کوئی بات مجھ سے پوشیدہ حضرت سے نہ کہتے تھے۔ اور میں ان کی تمام باتوں کو سنتا تھا۔ اور یہ مرتبہ میرے سوا کسی صحابی کو میسر نہ تھا۔ اور جب کبھی میرے سوالات ختم ہو جاتے۔ تو حضرت خود ابتدا فرماتے تھے۔ پس کوئی آیہ قرآنی ایسی نہ تھی۔ اور کوئی علم و اسرار ایسا نہ تھا۔ کہ حضرت کو معلوم نہ ہو۔ حلال و حرام۔ امر و نہی۔ طاعت و معصیت سے اور جو کچھ کہ تھا۔ اور ہوگا۔ کہ وہ سب حضرت نے مجھے تعلیم نہ فرمایا ہو بلکہ جو کچھ حضرت کو معلوم تھا۔ وہ مجھکو پڑھایا اور لکھایا۔ اور میں نے اپنے قلم سے لکھا۔ اور مجھکو اس کی تاویل سے خبردار کیا۔ اور اس کا ظاہر و باطن مجھکو بتلایا۔ اور سب کو میں نے یاد رکھا۔ اور فراموش نہ کیا۔ حسنیہؑ کا بیان یہاں تک پہنچا تو ہارون اور اہل مجلس بہت روئے اور سب نے حسنیہ کے کلام کی تصدیق کی اور ابراہیم نے شرم سے سر نیچا کر لیا۔

حسنیہؑ نے کہا اے ابراہیم تو نے کیفیت احوال اور اقوال رادیان تفسیر و حدیث کی سنی اب ان دونوں گروہوں کے اعتقادات بھی تجھ سے بیان کرتی ہوں۔ تاکہ معلوم ہو۔ کہ اعتقاد کس فرقہ کا حق ہے۔ اور کس کا باطل ہے۔ معلوم ہو کہ اہلبیتؑ اور ان کے پیروں کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ خدا کو حکیم مطلق اور عادل اور پاک و منزہ جانتے ہیں۔ اور اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ خداوند عالم آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ زمین و

آسمان کے درمیان ہے پیدا کرنے والا ہے۔ اور بندوں کا خاک سے پیدا کرنا۔ اور بندوں کا نطفہ سے اور حیات اور روح اور اعضاء و جوارح اور ماکول و مشروب، و ملبوس و منکوح کہ قیام حیات اور معاش اور راحت دنیا کے اسباب ہیں :۔ اور سبب ہیں۔ عبادت و بندگی اور نعمتہائے دنیا کے مثل پیدا کرنے عقل اور قوت اور معرفت و بعثت رسول اور عصمت انبیاء و اولیاء و اوصیاء کے اور بھیجنا کتب کا اور اعلام معالم شریعت کا اور بیان کرنا۔ احکام حلال و حرام، طاعت و عبادت کا اور توفیق الطاف بہشت و دوزخ اور ثواب و نعمات باقی حیات ابدی کا ان تمام میں اتفاق ہے۔ کہ یہ فعل اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فاعل قبائح نہیں ہے۔ اور ہر فعل جو اس سے صادر ہوتا ہے۔ وہ خالی از حکمت و مصلحت سے نہیں ہے۔ اور خدا ظالم نہیں اور اپنے بندوں پر تکلیف ما لا یطاق نہیں کرتا۔ اور تکلیف باختیار ہے۔ نہ جبر نیکی کے عوض ثواب دیتا ہے۔ اور بدی کے بدلہ عذاب کرتا ہے۔ اور اس کا امر و نہی حادث ہے۔ اس لئے کہ امر بہ معدوم محال ہے۔ اور وہ اس پر قادر ہے جس پر بندہ قادر نہیں ہے۔

اور یہ بھی کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ بندوں سے کفر و فسق سے ہرگز رضا مند نہیں ہے۔ اور بندوں کا کفر و ظلم اس کی تقدیر سے نہیں ہے۔ اور ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا۔ اگر کوئی بندگی کرے تو اسکو اس کی بندگی سے زیادہ مزدوری دیتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ کوئی چشم اس کو نہ دیکھے گی۔ اور اس کے دیکھنے کو چشم سے محال جانتے ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ تمام انبیاء معصوم ہیں۔ اور تمام گناہان صغیرہ و کبیرہ سے اور سہو و نسیان سے پاک ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تمام انبیاء و اوصیاء کو خدا تعالیٰ مقرر کرتا ہے۔ اور ہرگز کسی پیغمبر نے بغیر حکم خدا کے کوئی وصی مقرر نہیں کیا۔ اور ہرگز کسی امت نے اپنے پیغمبر کا وصی خود مقرر نہیں کیا۔ اور بلا تعین وصی کوئی پیغمبر دنیا سے نہیں گیا۔ اور کہتے ہیں کہ تمام انبیاء کے وصی معصوم و مطہر ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر افضل انبیاء تھے۔ اور ان کے وصی سید الاوصیاء علی مرتضیٰ ہیں۔ خدا نے ان کو مقرر کیا۔ چنانچہ آیات قرآنی اسکی شاہد ہیں۔ اور پیغمبر نے باجماع امت غدیر خم میں امت کو بحکم الٰہی وصایت و خلافت و امامت علی ابن ابیطالب ؑ کی وصیت کی۔ اور کہتے ہیں کہ خلفائے رسول خدا بارہ ہیں۔ اور سب معصوم و مطہر ہیں۔ بحکم نص قرآنی۔ اور صاحب معجزات و آیات و دلائل ہیں۔ اور صاحب علم لدنی اور جامع جمیع علوم ہیں۔ اور کوئی موافق و مخالف ان کی عصمت و طہارت، علم و سخاوت شجاعت و کرامت و پرہیزگاری اور رسول کی قرابت سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور ان کے مشاہد مقدسہ قبلہ حاجات اہل عالم ہیں۔ اور ان کے مطیع و فرمانبردار بحکم خدا و رسول ناجی و رستگار ہیں۔ اور ان کے مخالف و منکر ملعون مردود اور اخس کفار ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ عالم دنیا لطف و رحمت خدا سے خالی نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ امام معصوم و منصوص من اللہ ہو۔ اور اس باب میں دلائل عقلی و نقلی کے کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اور کہتے

ہیں کہ ہر اجماع جو مخالف نص ہو باطل و بے اعتبار ہے۔ اور فساق و فجار کے اجماع کا اعتبار نہیں کرتے۔ اور بے طہارت نہیں رہتے۔ اور بے نیت کے وضو و غسل نہیں کرتے۔

"پس حسینہ ؑ نے ابویوسف کی طرف رُخ کیا۔ جو ابوحنیفہ کوفی کے شاگردوں میں سے تھا۔ اور کہا کہ آپ نجس سے وضو نہیں کرتے ہیں۔ اور دونوں ہاتھوں سے منہ نہیں دھوتے ہیں۔ کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے۔

"الیمین للوجه والیسار للفرج۔

" یعنی داہنا ہاتھ منہ دھونے کے واسطے ہے۔ اور بایاں ہاتھ مقام پیشاب و پاخانہ پاک کرنے کے لئے ہے۔ اور وہ کان گردن کا مسح نہیں کرتے اور اس کو بدعت جانتے ہیں۔ اور بخلاف حکم الٰہی پاؤں کو بعد وضو کے نہیں دھوتے اور نماز کو بے نیت کے درست نہیں جانتے۔ اور بسم اللہ کو سورۂ فاتحہ سے ترک نہیں کرتے۔ اور معنی فاتحہ فارسی میں تحریر نہیں کرتے اور بجائے سورہ دو ورخت سبز نہیں کہتے۔ اور سجود و رکوع و قیام و قعود کو بطریق فرمودہ رسول خدا و اہلبیت و اصحاب کبار بجالاتے ہیں۔ اور بجائے انبیاء و ملائکہ پر سلام کے گوز نہیں چھوڑتے۔ جب حسینہ ؑ کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو ہارون اور حاضرین جلسہ یکبارگی ہنس پڑے ابویوسف سے تمسخر کرنے لگے۔

حسینہ ؑ نے کہا۔ اے ابراہیم خرگوش کے گوشت کو حلال نہیں جانتے اس لئے اسے حیض آتا ہے۔ اور کتے کی کھال اور کل نجس العین کو دباغت سے پاک نہیں جانتے۔ اور شراب جوشیدہ کو حرام جانتے ہیں۔ اور شطرنج اور تمام اقسام جوئے کو حرام جانتے ہیں بحکم نص الٰہی و حدیث رسالت پناہی کے۔ اور لواطہ کو حرام جانتے ہیں۔ اور قتل فاعل و مفعول کا واجب جانتے ہیں۔ اور تمام سازوں کو اور طنبور وغیرہ کو حرام جانتے ہیں۔ اور نماز میں فاسق کی اقتدا نہیں کرتے ہیں۔ اور فاسق کو لائق امامت نہیں جانتے ہیں۔ اور مرد عادل کی اقتدا کرتے ہیں۔ اور متعہ حج و متعہ نساء کو ایک شخص کے منع کرنے پر ضائع و معطل نہیں چھوڑتے اور پھر شافعی کو مخاطب کرکے کہا۔ کہ جو دختر اپنے زنا سے پیدا ہوئی ہو۔ اس کے ساتھ عقد نکاح جائز نہیں سمجھتے۔ اور نہ کہتے ہیں۔ کہ بچہ چار سال تک شکم مادر میں رہتا ہے۔ جب حسینہ ؑ نے یہ بیان کیا تو شافعی دم بخود تھا۔ کیونکہ ان کے یہاں یہ سب باتیں درست ہیں حسینہ ؑ نے پھر کہا کہ ان کے فقہا فتویٰ نہیں دیتے کہ ساقط ہوتی ہے۔ اس شخص سے جو اپنی ماں یا بہن سے عقد کرے۔ اور وہ نہیں کہتے کہ اگر کوئی شخص ذکر پر کپڑا لپیٹ کر اثنائے راہ کعبہ میں اپنی ماں سے دخول کرے۔ تو حد ساقط ہوتی ہے۔ اور نہیں کہتے۔ کہ لواطہ کرنے والے پر حد نہیں ہے۔ اور قیاس پر عمل نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اول قیاس پر عمل کرنے والا ابلیس تھا۔ کہ جس نے کہا۔

"انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین۔

سورۂ اعراف ۷ آیہ "میں اس سے بہتر ہوں کہ مجھ کو آگ سے پیدا کیا۔ اور اسکو (آدمؑ) کو خاک سے پیدا کیا۔ دوسرے قیاس پر عمل کرنے والا ابوحنیفہ تھا۔ اور تو

اے ابویوسف۔ اور نہیں کہتے ہیں۔ کہ ہماری اور ہمارے اماموں کی نجات مشیت خدا میں ہے۔ اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہمارا فرقہ ناجی ہے اور یقین رکھتے ہیں۔ کہ ہمارے امام پاک و معصوم ہیں۔ اور اپنے دوستوں کی شفاعت کرنے والے ہیں۔ اور اپنے مخالفوں کو بحکم خدا و نص رسول خاسر و ظالم و ملعون جانتے ہیں اور اپنے نفس کیلئے کسی کا خون و مال حلال نہیں جانتے اور بنا بر سنت رسول خدا انگشتری داہنے ہاتھ میں پہنتے ہیں اور بوجہ دوسروں کے عناد کے سنت کو ترک نہیں کرتے۔ اور درود پیغمبر اور ائمہ پر بھیجتے ہیں۔ اور نہیں کہتے کہ درود اہلبیت پر جائز نہیں ہے۔ اور پیروی سنت معاویہ و یزید نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ خداتعالیٰ نے فرمایا۔ کہ:

هُوَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ ۔ سورہ احزاب ۳۳ آیہ ۴۳

"وہ وہی تو ہے۔ جو خود تم پر درود بھیجتا ہے"۔ اور اس کے فرشتے بھی اور علی ابن ابیطالبؑ کو امیرالمومنینؑ کہتے ہیں۔ اور اس نام کو بحکم خدا و رسول انہی کے لئے مخصوص جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ زمانۂ رسول خدا میں تمام لوگ ان کو امیرالمومنین کہکر خطاب کرتے تھے کسی اور کو امیرالمومنین نہ کہتے تھے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ بحکم آیہ "

"اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ ۔ تا آخر آیہ ۔ سورہ مائدہ ۶۵ آیہ ۵۶

" زمانہ رسول خدا میں حضرت علیؑ کو ولی اللہ و ولی المومنین کہتے تھے اور ان پر صلواۃ بھیجتے تھے۔ اور ان کے دشمنوں پر باواز خفی و جلی لعنت

کرتے تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارے آئمہ کی عصمت و طہارت پر اجماع امت ہے۔ اور کسی نے ہمارے آئمہ کی منقصت بیان نہیں کی اور ان کے مخالفوں کے کفر پر خواص امت کا اجماع ہے۔ ان لوگوں کے کہ جنہوں نے ان کے حقوق کو غصب کیا۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ہم سنت پیغمبر و اہلبیت کے پیرو ہیں۔ اور اکثر عبادات و اعمال مستحبہ کہ جس پر ہمارے مخالف عمل کرتے ہیں۔ اور اسکو سنت رسول کہتے ہیں۔ وہ دروغ و بہتان ہے بلکہ اکثر وہ اعمال و عبادات جو زمانہ شیخین میں مشہور ہو گئے۔ مثل تراویح وغیرہ جب حسینہؓ نے اس طرح لعن طعن شروع کیا۔ تو تمام علمائے بغداد برہم ہو گئے۔ اور شور مچانے لگے۔ اور شافعی کے پاس دوات رکھی تھی۔ اس نے اٹھا کر حسینہؓ کے ماری اُس وقت ہارون اور حاضرین مجلس شافعی کی یہ حرکت دیکھ کر ہنسے اور کہا اے شافعی یہ کنیز ہے۔ ہم نے اس کو معاف کر دیا ہے۔ جو کچھ چاہے کہے۔ اور کرے۔ اگر کچھ لیاقت رکھتے ہو۔ تو اسکو علم قرآن و حدیث سے قائل کرو۔

"حسینہؓ کو ہارون کے کہنے سے تقویت ہوئی۔ اور کہا کہ شافعی تجکو یہ مناسب نہیں ہے۔ کہ تو عالموں کے درمیان بیٹھے۔ اور تیرے نصیب میں فضیحت ہے۔ کہ تو بزعم خود چار سال تک اپنی ماں کے شکم میں رہا۔ اور اپنے باپ کے مرنے کے چار سال بعد پیدا ہوا۔ اور اب تو اس مسئلہ میں فتویٰ دیتا ہے۔ اور جب تیرے نسب کی یہ حالت ہو تو کیوں کر اہلبیت کی مخالف نہ کرے گا۔ اور اے شافعی تمام خلائق پر واضح

ہے۔ کہ تو مرتد ہے اس لئے کہ شروع میں تو طریقہ اہلبیت پر تھا۔ اور خود
کو ان کے غلاموں میں شمار کرتا تھا۔ اور اس زمانے میں ابو حنیفہ کی
ہجو کیا کرتا تھا۔ بسبب مخالف ہونے ابو حنیفہ کے اہلبیت سے۔ اور قصیدہ
میں ہجو اور مطاعن اور اس کے اجتہاد کی غلطی اور عمل بقیاس کرنا لکھا ہے
اور اس بات کو تمام حضار مجلس جانتے ہیں۔ اور اب تو نے واسطے
حصول جاہ و اعتبار چند روزہ دنیا کے دین کو دنیا کے عوض فروخت
کیا ہے۔ اجتہاد کرتا ہے۔ اور آرزو امامت و پیشوائی خلق کی رکھتا ہے
اور ابو حنیفہ سے میل کر لیا کہ تیرا رفیق ہو۔ اے شافعی حضرت نوحؑ
باوجود طول عمر و کثرت عبادت کے اور ابراہیمؑ باوجود خلعت خلت
کے اور حضرت موسیٰؑ باوجود حصول مرتبہ مکالمت کے اور حضرت
ذوالقرنینؑ و حضرت سلیمانؑ باوجود حصول مرتبہ سلطنت و مملکت کے
اور داؤدؑ باوجود شوکت و قوت کے اور حضرت عیسیٰؑ باوجود رفعت
و منزلت کے سر ارادت و عبودیت ہمارے پیغمبر کے آستانہ پر رکھتے
ہیں۔ اور تمنا کرتے ہیں۔

" اللّٰھم اجعلنی من امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور آنحضرت کے اہلبیت کاملان دین و مہربان یقین و حافظ شریعت
اور مقتدایان ملت و امنان رحمان اور مفسران قرآن و حجج خدا اور اوصیائے
رسول خدا اور معصوم ہیں۔ بموجب آیہ ۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم

تطھیرا " سورہ احزاب ۳۳ آیہ ۳۳۔ اے پیغمبر کے اہلبیت خدا
تو بس یہ چاہتا ہے۔ کہ تم کو ہر طرح کی برائی سے دور رکھے۔ اور جو پاکیزہ
رکھنے کا حق ہے۔ ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔

" اور منصوص من اللہ ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و
اولی الامر منکم " سورہ نساء ۴ آیہ ۵۵ اے ایمان والو
اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ اور اولی الامر کی۔

اور سچوں کے سردار ہیں اور صدیق ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین ؁
سورہ توبہ ۹ آیہ ۱۱۹ " اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور
سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

" اور جان بیچنے والے ہیں۔

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان
لھم الجنۃ ؁ سورہ توبہ ۹ آیہ ۱۱۱ " ترجمہ
بے شک اللہ نے مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض
خرید لیا ہے۔ اور نان بخشنے والے ہیں۔

یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا
سورہ دہر ۷۶ آیہ ۸ ۔ اور اس کی محبت میں محتاج اور یتیم اور اسیر کو کھانا
کھلاتے ہیں۔ اور اس در تیس اہلبیت وہ صاحب دولت ہے۔

کہ پیغمبر نے اسکے حق میں فرمایا ہے بموافق تمہاری روایت کے

مَنْ اَرَادَ اَنْ ینظُرَ اِلیٰ اٰدَمَ فِی عِلْمِہٖ وَ اِلیٰ نُوحٍ فِی تَقْوَاہُ وَ اِلیٰ اِبْرَاھِیْمَ فِی حِلْمِہٖ وَ اِلیٰ مُوسیٰ فِی ھَیْبَتِہٖ وَ اِلیٰ عِیسیٰ فِی عِبَادَتِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلیٰ عَلیؑ بْنِ اَبِی طَالِبٍ "

پس جب کہ ہمارے پیغمبر کا ایسا ابن عم و برادر و وصی ہو کہ پیغمبر نے جسکو مرتبہ میں تمام پیغمبران اولوالعزم کے برابر کہا ہو۔ اے شافعی تجکو کس چیز نے پھیر دیا۔ کہ ان کی شاہ راہِ محبّت و مودت چھوڑ کر گمراہ ہوا اور تونے گمراہوں اور ظالموں کا طریقہ اختیار کیا۔

" شافعی انتہائی ندامت و خجالت سے سر نیچا کئے بیٹھا تھا۔ نہ قوّت جواب تھی۔ اور نہ مجال خطاب۔ پھر حسینؑ ابراہیم کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔

" اے ابراہیم جس روز سے ابو بکر نے حق خلافت کو غصب کیا۔ سوائے حضرت علیؑ کے۔

" اصحاب کبار نے بارہا بحجّت و دلیل الزام دے کر اس کو قائل کیا۔ اور خلائق میں شرمندہ و بے اعتبار کرتے۔ اور وہ شرمندگی سے گردن نیچی کر لیتا۔ اور کوئی جواب نہ دیتا۔ اس دن سے آج تک بسبب کثرت اعدائے دین کسی اہل ایمان کو طاقت و جرأت نہ ہوتی تھی کہ مذہب حق کو ظاہر کرے۔ اور دشمنانِ آلِ محمدؐ کو الزام دے۔

اس طرح جسطرح آج مجکو بدولت خلیفۂ زمان کے موقع ملا ہے۔

اس وقت سب گردنیں نیچی کئے۔ بیٹھے تھے اور اپنے پیشواؤں کے افعال و کردار ناشائستہ پر شرمندہ ہو رہے تھے۔

اے ابراہیم بیان کر کہ جب پیغمبر دنیا سے جائے۔ اور معنی نبوت کہ پیغمبر ہے اسی طرح وجود پیغمبر سے جاتی رہے۔ اور غائب ہو۔ یا ایک روح مناسب متقارب روح رسول سے چاہیئے۔ کہ وہ پیغمبری کو حفاظت میں رکھے یا پیغمبری منقطع ہو جائے۔ اس وقت تک کہ دوسرا پیغمبر ہو۔ آیا ایسے امام کی حاجت ہے۔ یا نہیں کہ وہ دین پیغمبر کو قائم رکھے۔ اے ابراہیم تجھے خدا کی قسم ہے۔ تو مجھے اس کا جواب دے۔ کہ یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء و رسل اولوالعزم ہوئے ہیں۔ کیا بغیر تعین کئے ہوئے۔ اپنا وصی دنیا سے گئے ہیں۔ ابراہیم نے کہا نہیں۔ اپنا وصی مقرر کر کے گئے ہیں حسینؑ نے کہا۔ آیا تعین وصی بحکم الٰہی تھا۔ یا خود وصی و خلیفہ مقرر کیا ابراہیم نے کہا تعین وصی بحکم الٰہی تھا حسینؑ نے کہا اے ابراہیم پس کیونکر جائز رکھتے ہو۔ کہ ہمارے پیغمبر افضل الانبیاء ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ان کے دین کی حفاظت کے لئے۔ وصی مقرر نہ کیا ہو۔ یہ کب ہو سکتا ہے۔ کہ ہمارے پیغمبر نے خود امت کو وصیت حکم دیا ہو اور خود ہی بے وصیت کے عالم فنا سے عالم بقا کو رحلت فرمائی ہو اور دین کی حفاظت کے لیے اور اپنی امّت کے لئے وصی مقرر نہ کیا ہو۔ تم لوگ عجب طرح تجاہل ہو۔

اے ابراہیم پیغمبر ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ متحمل ہو۔ ایسی امانت کا کہ تمام

آسمان و زمین اس کا تحمل نہ کرسکیں۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔
اِنَّا عَرَضْنَا الاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ
اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ
ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ سورہ احزاب ۳۳ آیۃ ۷۲:۔ ترجمہ
بیشک ہم نے روز ازل اپنی امانت کو سارے آسمان و زمین پہاڑوں
کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کے بار اٹھانے سے انکار کیا اور
اس سے ڈر گئے۔ اور آدمی نے اسے بے تامل اٹھا لیا بے شک انسان
(اپنے حق میں) بڑا ظالم و نادان ہے۔

یا یہ کہ پیغمبر ایسا ہونا چاہیئے۔ کہ خطا کرے۔ غلطی کرے اور بیہودہ گفتگو
کرے۔ اور عاشق پیشہ و دروغ گو ہو۔ اور قمار بازی رکھے۔ آدمیوں کو
تکلیف دینا۔ موافق اپنی خواہش نفس کے تاکہ آدمی اسکے ساتھ متفق ہو
اور گواہی دیں۔ اور بعد اس کے جو چاہیں کریں۔

اے ابراہیم بیان کر کہ امامت کیا چیز ہے۔ اور وہ کونسی امامت
تھی جو اور کہا تھا کہ:۔ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ یعنی میں تم کو [illegible]
لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔

اور دوسرے مقام پر کہا۔ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔
اور پھر فرمایا:۔ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ
اے ابراہیم جان تو کہ امامت دو طرح پر ظاہر ہوئی ایک امامت
متقیان اور ایک امامت اہل دوزخ امام متقیان کی کیا نشانی اور

علامت ہے۔ اور کیا چیز ہے۔ آیا امامت پیغمبر سے مثل پیغمبری کے
ہے۔ یا نہیں۔ اور خدا کی طرف سے ہے۔ یا نہیں۔ آیا وصی پیغمبر و امام نسل
ابراہیم سے ہونا چاہیئے۔ اور اس کے آباؤ اجداد بزرگ و شریف ہوں۔
اور ہرگز بت پرستی نہ کی ہو۔ اور ولادت با طہارت ہو۔ اور درستی ایمان
اور نور علم و قوت نفس اور معرفت اسرار آسمانی و احکام شرعی اور
آداب و اخلاق پسندیدہ اور مبدا و معاد کی معرفت و سیاست ملکی و جبر
کرنا۔ اور حلم اختیار کرنا۔ اور طاقت و عبادت پر مداومت کرنا۔ اور
شبہات سے اعراض کرنا۔ اور کرم و سخاوت و علم و شجاعت و عصمت
و طہارت و حکمت و زہد کا ہونا مومنوں اور متقیوں کے ساتھ نرمی و
خوشخوئی سے بسر کرنا۔ اور راہ خدا میں اس چیز کا صرف کرنا جس کا مالک
ہو۔ اور اشکالات قرآنی و تحقیقات قرآنی کو جانتا ہو۔ اور مسکینوں سے
محبت رکھے۔ اور گذشتہ و آئندہ کی خبر دے اور خدا و رسول کو دوست
رکھے۔ اور کتنی ہی آیات قرآنی اس کے حق میں نازل ہوئی ہوں۔ اور بزعم
مخالف و موافق بہت سی احادیث صحیح صریح پیغمبر اس کے حق میں فرمائی
ہوں۔ کہ مخالف اس کے قائل ہیں۔ اور ان کی کتابوں میں مذکور و مسطور
ہیں۔ اور اکثر محاربات و غزوات میں کفار و زندیقوں اور بڑے لشکروں
کو رفع کیا ہو۔ اور اس کی ایک ضربت کو رسول خدا نے جن و انس کے
اعمال کے برابر قرار دیا ہو۔ اور اس کو نور چشم کہا ہو۔ پس با جماع امت
ایسا شخص امامت کے لئے اولیٰ و انسب ہے۔ یا اس کو امام ہونا چاہیئے

جسنے چالیس سال بت پرستی چھوڑی ہو۔ اور مدت دراز تک لات و عزیٰ کی عبادت کر کے اظہار ایمان کرے۔ اور بالائے منبر ایک عورت کے جواب سے عاجز ہو جائے اور کہے۔

کلکم افقہ منی حتی المخدرات فی الحجرات۔

اور بارہا بقول موافق و مخالف بر سر منبر اقیلونی اس کی زبان پر جاری ہو۔ اور عمر خطاب ابو عبیدہ جراح و سالم غلام ابو حذیفہ و اسید بن حضیرہ و بشیر بن سعد و خالد بن ولید اور چند دوسرے اشخاص کے مشورے سے سقیفہ بنی ساعدہ میں اسکی بیعت ہوئی اور امام بنایا۔ اور اکثر اوقات بکریاں چرانے و جامہ فروشی و خیاطی میں گزارتا تھا۔ اور ہر روز وہ اور اس کا باپ زمانہ جاہلیت میں عبداللہ بن جدعان کے باورچی خانہ پر منادی کرتا تھا۔ تاکہ لوگ جمع ہوں۔ اور طعام کھائیں۔ اور اپنا نیم خوردہ ہمیں دیں۔ اور زمانہ خلافت میں بھی درزی کا پیشہ کرتا تھا۔ اور اکثر آدمی اس سے کراہت کرتے تھے۔ اور اس کی مذمت کرتے تھے۔ اے ابراہیم کب جائز ہے۔ ایسے آدمی کو معصوموں اور خاندان اہلبیت پر مقدم رکھنا اور بزعم چند اشخاص اس کو خلیفہ رسول اللہ و قائم مقام رسول جاننا۔ اور کہنا کہ خدا کی جانب سے بہت اچھا خلیفہ ہے۔ باوجود یکہ کسی طرح کی لیاقت و قابلیت خلافت کی نہ تھی۔

اے ابراہیم بیان کر ان دونوں اماموں میں سے کہ جن کی تعریف میں نے بیان کی کون امامت و وصایت کے واسطے سزاوار ہے

ابراہیم نے کہا۔ اے حسینہ ہم منکر فضائل اہلبیت رسول نہیں ہیں۔ اور تو نے جو کچھ فضائل مرتضیٰ علیؑ بیان کئے ہیں۔ وہ سب ہمارے نزدیک ثابت ہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ ہیں۔ کہ عقول بشر ان کا ادراک کر سکیں لیکن خلافت ابوبکر پر اجماع امت ہے۔ اور رسول اللہ نے فرمایا ہے لا تجتمع امتی علی خطاءٍ یعنی میری امت کا اجماع خطا پر نہیں ہے۔ یعنی ہر وہ امر کہ جس میں میری امت کا اجماع ہو صواب ہوگا۔

حسینہ نے کہا۔ اے ابراہیم تجھ کو پیدا کرنے والے کی قسم ہے سچ بیان کر۔ تمہاری تفسیروں میں لکھا ہے۔ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول خدا غدیر خم میں بحکم خدا مقیم ہوئے اس وقت یہ آیہ نازل ہوئی۔

یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ "سورہ مائدہ ۵ آیۃ ۶۸۔

"اے رسول جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا۔" "جب کہ رسول خدا خائف ہوئے۔ اس کا حکم پہنچانے میں تو اس وقت وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ نازل ہوا اور جبکہ علی ابن ابیطالبؑ کا دست مبارک پکڑ کر بالائے منبر تشریف لے گئے۔ کہ پالان شتر کا بنایا گیا تھا۔ اور فرمایا۔

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ

... نصرہ واخذل والعن من ظلمہم ظلمہ -
من خذلہ

" بعد اس کے یہ آیت نازل ہوئی :-
" اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا - " سورہ مائدہ ۵ - آیہ ۴ " ترجمہ "
آج میں نے تمہارے دین کو کامل کردیا - اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے اس دین اسلام کو پسند کیا -

" اے ابراہیم تجھے قسم ہے - خدا کی صاف صاف بیان کر جو کچھ تجھے معلوم ہے - پس ابراہیم شافعی اور ابو یوسف اور دیگر علماء کی طرف دیکھنے لگا :- اور سر نیچا کرلیا - اور کوئی جواب نہ دیا - اس وقت حسینہؑ علماء کی طرف متوجہ ہوئی - اور کہا کہ تم کو قسم ہے - رسول خدا کی - اور تاج و تخت خلیفہ کی سچ کہو اور صحیح صحیح بیان کرو جو کچھ تم نے سنا ہے جب کہ حسینہؑ نے تاج و تخت خلیفہ کی قسم دلائی تو ابو یوسف بولا اے حسینہؑ اکثر مفسرین نے تصریح کی ہے - کہ یہ آیت حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے - اور کسی نے واقعہ غدیر سے انکار نہیں کیا ہے - اور حدیث میں " مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ " بھی مشہور و معروف ہے :-

" حسینہؑ نے کہا - اے ابو یوسف کیا کہتا ہے - اس آیت کے بارے میں - اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ :- سورہ مائدہ ۵ آیہ ۵۶ - " تمہارے ولی تو بس یہی ہیں - خدا اس کا رسول اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں - اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں :-

" تجھ کو قسم ہے خدا کی سچ بیان کر کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے :- ابو یوسف نے کہا - باجماع امت یہ آیت علی ابن ابیطالب کی شان میں نازل ہوئی ہے -

" حسینہؑ نے کہا اے ابو یوسف کیا کہتا ہے - آیہ مباہلہ کے بارے میں :-
قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ :-
سورہ آل عمران ۳ آیہ ۶۱ :-

" اے رسول تم کہو آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں - تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو (بلائیں) اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی جانوں کو (بلائیں) اور تم اپنی جانوں کو - اس کے بعد ہم سب ملکر خدا کی بارگاہ میں گڑگڑائیں - اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں -
اے ابو یوسف تجھ پر خدا کی لعنت ہو - اگر تو حق کو چھپائے :- سچ کہہ کہ روز مباہلہ مردوں میں سے علیؑ و حسنؑ حسینؑ کے علاوہ اور عورتوں میں سے فاطمہؑ کے سوا کوئی دوسرا بھی پیغمبر کے ساتھ تھا یا نہیں -

ابو یوسف نے کہا۔ کہ ان چاروں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ حسینیہؑ نے کہا
اے ابو یوسف خدا نے علی ابن ابیطالبؑ کو نفسِ رسول کہا۔ اور یہ
مرتبہ خاص علی کے لئے ہے۔ ابو یوسف نے کہا۔ اے حسینیہؑ اس
میں کسی کو اختلاف نہیں ہے؛۔ اور کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا
حسینیہؑ ہارون کی طرف متوجہ ہوئی:۔ اور کہا اے خلیفۂ زمان
بحق محمد رسول اللہ گواہ رہنا۔ کہ جو کچھ ان علماء نے تیری مجلس
میں بیان کیا ہے۔ اس کے بعد پھر علماء بغداد کی طرف متوجہ ہوئی۔
اور کہا ایک سوال اور کرتی ہوں تم کو قسم ہے خدا کی سچ کہنا۔ کہ
جب رسول خدا حالت نزع میں تھے تو حضرت نے اصحاب کی طرف
اشارہ کر کے فرمایا۔

ائتونی بدوات و قرطاس اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدی۔

یعنی دوات کاغذ لاؤ کہ تمہارے واسطے ایک
وصیت نامہ لکھوں تا کہ میرے بعد تم گمراہ نہ ہو۔

آیا وہ کون تھا۔ کہ جس نے انکار کیا اور رسول خدا کو وصیت
کرنے سے مانع ہوا۔ اور سبھوں کو دوات و قلم و کاغذ حاضر کرنے سے
مانع ہوا۔

ابو یوسف نے کہا یہ مشہور واقعات میں سے ہے؛۔ کہ عمر بن
خطاب نے دوات و کاغذ کو منع کیا تھا۔
اس خیال سے کہ مبادا حضرت کے مرض میں زیادتی ہو جائے۔ اور حضرت

کو تکلیف پہنچے اور کہا۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَیَهجُر حَسبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ۔

حسینیہؑ ہنسی اور کہا اے ابراہیم اور اے ابو یوسف تم احکام و
نصوص الٰہی کو معطل و بیکار سمجھتے ہو۔ اور بیعت روز غدیر کو کالعدم
جانتے ہو۔ اور مانع وصیت رسول خدا ہوئے۔ اور ہذیان کی نسبت
رسول خدا پر کرتے ہو۔ اور خدا کے کلام پر مطلق ایمان نہیں ہے کہ فرماتا ہے
مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوحٰی ۔ سورہ نجم ۵۳ آیہ
۳۔۴ ۔ وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں یہ تو
بس وحی ہے۔ وہ بھیجی جاتی ہے۔

اور اے ابراہیم حضرت نے فرمایا۔

اَنَا اَشفَقُ بِکُم مِنَ الوَالِدِ عَلیٰ وَلَدِہٖ۔

یعنی جتنی مہربانی و شفقت ماں باپ کو اپنے فرزند سے ہوتی ہے۔ اس سے
زیادہ میں تم پر مہربان ہوں۔ اور حضرت کی شفقت امت پر اس مرتبہ
تھی۔ کہ استنجا کے آداب تک امت کو تعلیم کئے۔ اور امامت و
وصایت و خلافت کو کہ جو اہم مہمات دین اور ضروریات لوازم نبوت و رسالت
سے ہے۔ ناتمام چھوڑ دیا ہو۔ بس جو کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو۔ تو
وہ یقیناً شفاعت رسول سے محروم رہے گا۔

اے ابراہیم اس نصیحت کا تم کو کچھ خیال نہیں ہے؛۔ اور کہتے
ہو کہ خلافت ابوبکر پر امت نے اجماع کیا ہے۔ اے ابراہیم مجھے بتا کہ

جو اجماع مخالفِ نص ہو وہ صحیح ہے؟ یا نہیں۔ ابراہیم نے کہا صحیح نہیں ہے۔ حسینہ نے کہا۔ اے ابراہیم پس کیوں اجماع کا قائل ہوا۔ ہارون ہنسا اور ابراہیم نے سر نیچا کر لیا۔

حسینہ نے کہا۔ اے ابراہیم نص قرآن کو چھوڑتی ہوں۔ اور حکم الٰہی و فرمان رسالت پناہی کو ایک طرف رہنے دے۔ یہ بتا کہ ابوبکر کی خلافت پر تمام امت کا اجماع ہوا تھا۔ یا خواص امت کا۔ ابراہیم سوچ میں پڑ گیا۔ اس لئے کہ اگر یہ کہتا ہے۔ کہ تمام امت کا اجماع ہوا تھا۔ تو اس کا جھوٹ ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اہل شہر بلکہ ایک محلہ والوں نے بھی اتفاق نہ کیا تھا سوائے چند اشخاص کے جو عداوت اہلبیت میں مشہور تھے۔ اور حیات رسول میں ہمیشہ برسر نفاق رہتے تھے۔ وہ ابراہیم نے کہا اے حسینہ خواص میں سے اہل حل و عقد نے اتفاق کیا تھا۔ کہ ابوبکر خلافت کیلئے سب صحابہ سے اولیٰ و انسب ہیں۔

حسینہ نے کہا اے ابراہیم اور اے ابویوسف اور اے شافعی اور اے علمائے بغداد تم سے ایک سوال کرتی ہوں سچ سچ کہنا کہ تمام صحابہ میں اعظم و افضل و اقدم و اعلم کون تھے۔ اور خاص کر ان اصحاب جن کے فضائل میں حضرت رسول خدا نے احادیث بیان فرمائی ہیں اور اہلبیت و بنی ہاشم میں سے وہ کون ہیں کہ ان کی افضلیت تمام اصحاب پر بلکہ تمام آدمیوں پر ثابت ہے؟ انہوں نے کہا مرتضےٰ علی و عباس و حسن و حسین علیہ السلام و طلحہ و عبداللہ مسعود و سلمان فارسی و اباذر غفاری و مقداد اسود و عمار یاسر و جابر بن عبداللہ انصاری وغیرہ ہیں۔ حسینہ نے کہا اے خلیفہ زماں مجکو قسم ہے آل کی جس کی تو بیٹھا ہے؟ ان علماء سے سوال کر کہ علی عباس اور دیگر اکابر بنی ہاشم و اصحاب کبار نے ابوبکر کی بیعت کی یا نہیں؟ ہارون نے علماء سے کہا۔ کہ جو کچھ واقعہ ہے بیان کرو۔ سب نے یکبارگی گردنیں خم کر لیں۔ مگر شافعی نے سر اٹھایا اور کہا؟ اے علماء کیوں متحیر ہو؟ اخبار و احادیث سے جو کچھ تم کو معلوم ہے۔ بیان کرو۔

ابویوسف نے کہا ظاہر تو یہ ہے۔ کہ اصحاب و اہلبیت کے درمیان مخالفت و منازعت واقع ہوئی تھی۔

حسینہ نے کہا۔ جو کچھ واقعہ ہوا ہے مجھے معلوم ہے۔ اگر میرے کہنے کو مانو اور یقین کرو؟ تو میں دعویٰ کرتی ہوں۔ کہ احادیث و اخبار تمہاری تفسیروں سے ثابت کروں گی؟ ہارون نے کہا بیان کر۔

حسینہ نے کہا سنو جس وقت علی بن ابیطالب علیہ السلام و فضل بن عباس اور ایک جماعت بنی ہاشم اور ایک جماعت اصحاب کبار ساتھ تجہیز و تکفین و دفن حضرت رسول خدا میں مشغول تھے۔ اکثر صحابہ سقیفہ بنی ساعدہ میں پیغمبر کو چھوڑ کر جا بیٹھے اور آنحضرت کے کفن و دفن و نماز جنازہ میں حاضر نہ ہوئے۔ اور خلافت کے جھگڑنے لگے؟ جب انصار کو اس کی خبر پہنچی۔ تو بہت سے انصار جمع ہو کر وہاں پہنچے اور ان سے

خلافت پر تکرار ہونے لگی۔ اس وقت حضرت ابُوبکر عُمرؓ سے کہنے لگے۔ کہ ہاتھ بڑھا کہ میں تجھ سے بیعت کروں۔ اور کبھی سالم غلام ابُوحذیفہ سے کہتے کہ تو خلیفہ ہو جا اور کبھی ابوعبیدہ سے کہتے کہ تو ہی خلیفہ ہو جا۔ جب بات بہت بڑھی اور تکرار بہت ہوئی۔ تو انصار نے کہا۔ منا امیر و منکم امیر یعنی ایک خلیفہ ہم میں سے ہو۔ اور ایک خلیفہ تم میں سے ہو۔ اور سعد بن عبادہ سے کہا کہ تو انصار میں سب سے بزرگ ہے۔ تو اپنا ہاتھ بڑھا کہ ہم تجھ سے بیعت کریں۔ اس وقت سعد نے بہت کچھ عذر کیا اور خلافت کو قبول نہ کیا۔ لیکن جب انصار نے زیادہ زور ڈالا اور مجبور کیا۔ تو سعد راضی ہو گئے۔ اس وقت قیس بن سعد نے کہا کہ میرا باپ خلافت پر راضی ہو گیا ہے۔ تلوار کو نیام سے نکال کر اپنے باپ کے سر پر آیا۔ اور کہا تجھ کو علی مرتضیٰ پر کیا فوقیت حاصل ہے۔ اور کیا تو بھول گیا واقعہ غدیر کو بحکم الٰہی حضرت رسول خدا نے ان کا ہاتھ پکڑ کر تم سب کو دکھایا تھا۔ اور تم سب پر امام اور حاکم بنایا تھا۔ اور تم راضی ہو گئے تھے۔ اور تم سب نے علیؑ کی بیعت کی اور مبارک باد دی۔ اور اب تم امر خدا اور پیغمبر کی مخالفت کر رہے ہو۔ آج تم میں۔ رسول خدا نہیں ہیں۔ واللہ اے پدر اس معاملہ کو ترک کر ورنہ ابھی تیرا سر تن سے جدا کر دونگا جب سعد نے اپنے فرزند سے یہ تہدید سنی تو نادم ہوا۔ اور توبہ کی اس کے بعد انصار میں سے کسی نے دوسرے سے نہ کہا۔ اس وقت

عمر کھڑے ہوئے۔ اور کہا۔ لَا یَجْتَمِعُ سَیْفَانِ فِی غِمْدٍ وَاحِدٍ۔ یعنی دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ دو آدمی خلافت کریں۔ اور یہ امر ممکن نہیں ہے۔ فوراً تلوار کھینچ کر ابوبکر کے سر پر کی اور اس کے بعد ابوعبیدہ نے بیعت کی اور اس کے بعد صحابہ ایک ایک دو دو آتے تھے۔ اور بیعت کرتے تھے یہاں تک کہ بیس آدمیوں نے بیعت کی۔ اس کے بعد عمر خطاب ایک صحابی کے سر پر جا کر تلوار کھینچتے تھے۔ اور جبراً اور قہراً اپنے ساتھ لاتے تھے اور بیعت ابُوبکر کراتے تھے تین روز تک یہی رہا۔ اس کے بعد چوتھے روز مسجد رسول میں پہنچے۔ اور ارادہ کیا پیغمبر کو قبر سے باہر نکالیں۔ اور اور حضرت پر نماز پڑھیں۔ حضرت امیرالمومنین اس خبر کو سن کر ایک لکڑی کہ جس پر دونوں طرف لوہا لگا ہوا تھا۔ ہاتھ میں لیکر حضرت کی قبر پر آ کھڑے ہوئے۔ اور آپ نے قسم کھائی کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ کہ حضرت کی نعش مبارک کو باہر نکالو خود میں قتل ہو جاؤں گا۔ یا تم کو قتل کر دونگا معاویہ نے ابُوبکر سے کہا کہ اس معاملہ کو درگزر کرو۔ اس لئے کہ میں نے حضرت رسُول خدا سے سنا ہے کہ جس روز میرے بھائی علی ابن ابیطالبؑ کے سر پر سرخ عمامہ بندھے دیکھو۔ اور اس صفت کی لکڑی اس کے ہاتھ میں ہو تو کوئی سامنے نہ پڑے کہ اگر اس وقت تمام آدمی مشرق سے مغرب تک ان پر حملہ کریں۔ تو ان پر غالب نہ ہوں گے۔ اور وہ سب کو قتل کر دیں گے۔ جب انہوں نے معاویہ سے یہ حکایت سنی

تو ان کے بدن میں لرزہ پڑ گیا۔ اور اس ارادہ سے باز رہے۔ اور واپس
چلے آئے۔ اور پھر مسجد رسول میں بیٹھے اور حضرت امیر المومنینؑ مع
اصحاب کبار اور مومنین دیندار اور ایک جماعت کثیرہ بنی ہاشم سے
ایک طرف مسجد میں بیٹھے اس وقت کافی بات چیت ہوئی۔ اور
امیر المومنینؑ خلافت کے باب میں ان پر حجتیں فرماتے۔ اور ملامت
کرتے تھے۔ کہ پیغمبر کو چھوڑ کر چلے گئے۔ اور کفن و دفن میں حاضر نہ
ہوئے اور حضرت پر نماز بھی نہ پڑھی اور سقیفہ میں جا بیٹھے اور منصب
خلافت پر کہ بحکم الہیٰ و فرمان رسالت پناہی میرے لئے تھا۔
جھگڑنے لگے۔ اور چند لوگوں کے مشورے سے خلیفہ
مقرر کر لیا۔ آپ یہ فرما رہے تھے۔ کہ عثمان بن عفان مع ایک جماعت
بنی امیہ اور عبدالرحمٰن بن عوف مع بنی زہرا کے آئے۔ اس وقت عمر اور
ابو عبیدہ کھڑے ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ اے بنی امیہ اور اے بنی
زہرہ آؤ۔ اور ابوبکر کی بیعت کرو۔ ان سب نے بیعت کی۔ اور یہ
وہ جماعت تھی۔ کہ حیات رسول میں ان کی دشمنی حضرت علیؑ سے
مشہور تھی۔

حضرت عمر ایک جماعت کثیر کے ساتھ آئے۔ اور حضرت
امیر المومنینؑ اور بنی ہاشم کے برابر آکر کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے
کہ آؤ ابوبکر کی بیعت کرو۔ اکثر لوگوں نے ان کی بیعت کر لی ہے۔
زبیر اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور تلوار کھینچ کر کہا۔ و یحک یابن خطاب

علی ابن ابیطالب کو جو برادر رسول ہیں۔ اور عباس و عبداللہ
اور روسائے بنی ہاشم اور اصحاب کبار کو ابن قحافہ کی معیت کی طرف
ترغیب کرتا ہے۔ تجھ کو اس امر میں کیا دخل ہے۔ جبکہ یہاں رسول
کے عزیز موجود ہیں۔ اور امامت و خلافت کی تمام شرائط ان میں
موجود ہیں۔ اس وقت زبیر نے چاہا کہ عمر کے سر پر تلوار مارے اور کام
تمام کرے۔ حضرت عمر چلائے کہ یارو مجھے بچاؤ۔ اور کلمہ ان کی زبان پر جاری
تھا۔ علیکم الکلب فاکفونی شرہ
سلمہ بن سالم نے پیچھے سے آکر زبیر کے ساتھ سے تلوار چھین
لی اور حضرت عمر نے سلمہ کے ہاتھ سے تلوار لیکر توڑ ڈالی۔ اس وقت
بنی ہاشم نے تلواریں نیام سے نکال لیں۔ اور جنگ کے لئے آمادہ
ہوئے۔ امیر المومنینؑ نے ان کو روکا۔ اور منع فرمایا۔ اور آہستہ سے
فرمایا۔ کہ حکم الہیٰ نہیں ہے۔ کہ تلوار نیام سے نکالو اور ہم کو سوائے صبر کے
چارہ نہیں ہے۔ جب امیر المومنینؑ نے دیکھا۔ کہ منافقین میں سے
بعض نے با اختیار خود اور بعض نے بہ قہر و جبر بیعت کی ہے۔ اس وقت
آپ نے ابوبکر و عمر اور تمام حاضرین سے فرمایا۔ کہ اے یارو
تم نے اپنے پیغمبر کی مخالفت کی اور حکم الہیٰ پر عمل نہ کیا۔ اور میں اس کام
کے لئے ابوبکر سے زیادہ سزاوار تھا۔ کیوں کہ میں ابوبکر سے
اولیٰ تر ہوں اور میں وصی و وزیر ہوں اور میں کتاب خدا و سنت رسول
کا تم سب سے زیادہ عالم ہوں۔ اور تم سب سے اشجع ——— و افصح

و اعلم و اتقیٰ ہوں۔ خلافت میرا حق ہے خدا سے ڈرو اور رسول سے
شرم کرو۔ اور میرے حق کو مجھ پر چھوڑ دو۔ یہ سن کر حضرت عمر کھڑے ہو
گئے۔ اور کہنے لگے۔ یا علیؑ، اگر ہم سب مارے بھی جائیں تب بھی تمہاری
متابعت نہ کریں گے۔ اور تمہیں نہ چھوڑیں گے۔ جب تک کہ تم بیعت
نہ کرو گے۔ یا تو خود برغبت کرو یا بجبر و کراہت کرو۔

اس وقت امیر المومنین نے فرمایا۔ اُفٍّ لَکَ یَا ابنَ صُحَاکِ الحَبَشِیَّۃِ
تجھ سے اور تیرے تابعداروں سے کہ وہ سب گمراہ ہیں۔ مجھے کوئی پرواہ
نہیں ہے۔ اور اے عمر میں تجھے مگس مردہ کے برابر جانتا ہوں
لَوْلَا سَبَقَتْ وَصِیَّتُ مُحَمَّدٍ (ص) مَا تَرَکْتُ اَحَدًا عَلٰی
ظَهْرِ الْاَرْضِ کَافِرًا بِاللّٰہِ وَمُنَافِقًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ
وَجَاهِلًا بِوَلَایَتِیْ وَلٰکِنْ اَشْکُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ۔
یعنی اگر پہلے سے وصیت رسول نہ ہوتی۔ یعنی امر الٰہی ہوا۔ کہ میں تلوار
نیام سے باہر نہ نکالوں سوائے تین گروہ پر ایک قاسطین دوسرے
مارقین تیسرے ناکثین پر اگر میرے لئے یہ حکم نہ ہوتا۔ تو بخدا روئے زمین
پر کافروں میں سے کسی کو نہ چھوڑتا۔ اور کسی دشمن رسول کو چھوڑتا۔ اور نہ
ان میں سے کسی کو زندہ چھوڑتا۔ جو میری ولایت کے منکر ہوئے ہیں
البتہ میں اپنے غم و اندوہ کی خدا سے شکایت کرتا ہوں۔ اے ابن صحاک
بخدا اگر میرے لئے یہ حکم نہ ہوتا تو ابھی تم سب کو قتل کر ڈالتا۔ اور پریشان
کر دیتا۔ بس ابوبکر ابو عبیدہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ اور

کہنے لگے۔ یا ابن عم رسول اللہ ہم آپ کی قرابت و فضائل کو ضائع نہیں کرتے
ہیں۔ لیکن تم جوان ہو۔

ابو عبیدہ نے کہا اے علی ابوبکر بوڑھے ہیں۔ اور یہ اس امر کے
متحمل ہو سکتے ہیں۔ اگر خدا تم کو سن رسیدہ کرے۔ اور بوڑھے
ہو تو اس خلافت کو لے لینا اب خاموش ہو جاؤ۔ اور فتنہ خفتہ
کو بیدار نہ کرو۔ اور تم جانتے ہو عربوں کے دل تمہاری طرف سے صاف
نہیں ہیں۔ اس وقت امیر المومنین نے فرمایا۔ اے مہاجر
و انصار خدا سے ڈرو اور وہ عہد کہ جو تم نے اپنے رسول سے میری ولایت
کے بارے میں کیا ہے۔ اسے فراموش نہ کرو۔ اور جو حق اہلبیت
پیغمبر کا ہے۔ اسکو خاندانِ پیغمبر سے غصب نہ کرو۔ بخدا تم جانتے ہو کہ ہم
اہلبیت پیغمبر ہیں اور امر خلافت کے مستحق ہیں۔ اور خدا نے ہم کو اس
امر کے لئے مخصوص کیا ہے۔

اس وقت بشیر بن سعد انصاری نے کہا۔ یا علی اگر تمہاری ان
باتوں کو قبل بیعت ابوبکر انصار سنتے تو ہرگز کوئی آپ کے خلاف بیعت
نہ کرتا۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ واللہ میں جانتا تھا۔ کہ کوئی ایسا نہ کریگا
جو تم نے کیا۔ اب نہیں جانتا ہوں میں کہ روز قیامت رسول اللہ کو کیا
جواب دو گے۔ خدا کی قسم دیتا ہوں اسکو جس نے روز غدیر رسول خدا
سے سنا ہو کہ۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰهُمَّ وَالِ

مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔

" وہ اس وقت کھڑا ہو۔ اور گواہی دی۔ زید بن ارقم کہ وہ
امیرالمومنین کے مخالفوں میں سے تھا۔ روایت کرتا ہے۔ کہ بارہ آدمی کھڑے
ہوئے اور گواہی دی۔ اور یہ بارہ وہ تھے۔ جو ابُوبکر سے بیعت کر چکے تھے
یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ ڈرے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ سب علیؑ کی بیعت کر لیں اہل
مجلس کو بُرا بھلا کہنے لگے۔ اور سب کو منتشر کر دیا۔ اور وہ سب اپنے
اپنے گھروں کو چلے گئے۔ دوسرے روز بارہ اصحاب کبار نے باہم
مشورہ کیا۔ کہ جس وقت ابُوبکر منبر پر بیٹھیں ان کو نیچے گرا دیں۔ ان میں سے
بعض نے کہا۔ کہ بغیر امیرالمومنین کے مشورہ کے ہر ایسا ہرگز نہ کرنا چاہئے
چنانچہ سب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا امیرالمومنین
تم نے اپنا حق کیوں چھوڑ دیا۔
حضرت رسُول خدا نے فرمایا ہے۔ عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ
یعنی علیؑ حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے۔ یا حضرت ہم نے
ارادہ کیا ہے۔ کہ جس وقت ابُوبکر منبر رسُول پر آ کر بیٹھیں تو ان کو منبر سے
نیچے گرا دیں۔ اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ
اس بات میں کیا فرماتے ہیں۔ اور آپ کی کیا صلاح ہے۔ اور وہ بارہ اشخاص
یہ تھے۔ سلمان فارسی، خالدؓ بن سعد بن العاص، ابُوذر غفاری،
مقداد اسود، عمار یاسر، بریدہ اسلمی اور انصار میں سے چھ آدمی تھے۔
ابُوالہیثم تیہان، سہل بن حنیف، عثمان بن حنیف، خزیمہ بن ثابت

ابی بن کعب، ابو ایوب انصاری۔
" حضرت نے فرمایا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو قسم بخدا سب تمہارے
مارنے کے لئے تلواریں نکال لیں گے۔ اور بنی ہاشم کبھی تمہارا ساتھ نہ
دیں گے۔ جب یہ ہو گا تو۔ اس وقت مجھ کو اسکا دفع کرنا ضروری ہو گا
اور رسُول خدا نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ اے علیؑ خدا تیرے واسطے صبر
کا حکم دیا ہے۔ اور حضرت رسُول خدا مجھ سے فرما گئے ہیں۔ کہ میری
امت میرے بعد تجھ سے غدر و بغاوت کریگی۔ اور جو عہد تیری نسبت
مجھ سے کیا ہے۔ اس کو توڑ ڈالے گی۔
اے علیؑ تو مجھ کو بمنزلہ ہارُون کے ہے۔ موسیٰ سے جیسا کہ بنی
اسرائیل نے ہارُون کو چھوڑ کر گوسالہ پرستی اختیار کی۔ اسی طرح
تیری بیعت اور تابعداری چھوڑ کر دوسرے کو اختیار کریں گے پس میں نے
عرض کی یا رسول اللہ میرے واسطے کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا۔ اس وقت
صبر کرنا۔ اور ان کے ساتھ مجادلہ و جہاد نہ کرنا ورنہ تلوار چلے گی۔ اور نتیجہ
یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ ۔ کا پیدا ہو گا۔ اور اسلام ختم ہو جائے گا۔
اس وقت خود کو سنبھالنا اور صبر اختیار کرنا کہ حکم الٰہی اسی طرح ہے۔ یہاں
تک کہ تم مظلوم ہو کر مجھ سے ملو۔ اور جب رسُول خدا نے انتقال فرمایا۔ اور
میں ان کے غسل و کفن و دفن میں مشغول رہا۔ اور جب اس سے فارغ
ہوا۔ تو امت میں یہ جھگڑا دیکھا۔ اور ان سب مہاجر و انصار پر اتمام
حجت کی تاکہ ان کو مجھ پر کوئی حجت نہ رہے۔ تم کبھی جاؤ اور جو کچھ تم نے سنا

سے سُنا ہے۔ اسکو اَبُوبکر اور اُن کے تابعین سے کہو پس یہ سب گئے
اور منبر رسُول کے گرد بیٹھ گئے۔

اس روز جمعہ تھا۔ جب اَبُوبکر منبر پر گئے۔ یہ بارہ آدمی کہ اصحاب کبار سے تھے۔ اور شب و روز انیس و جلیس احمد مختار و حیدر کرار رہتے تھے۔ ہر ایک نے فضائل و مناقب امیرالمومنینؑ بیان کرنا شروع کئے اور ابُوبکر کو بہت نادم و شرمندہ کیا۔ اور خدا سے ڈرایا۔ اَبُوبکر نے جو جیتیں ان سے سنی چپ رہ گئے۔ اور کچھ جواب نہ دیا بجز اس کے کہ۔ "

وَلِّیْتُمُونِی وَلَسْتُ بِخَیْرِکُمْ اَقِیْلُونِی اَقِیْلُونِی۔

"یعنی تم نے مجھ کو والی و حاکم بنایا ہے۔ اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں"

حضرت عمر نے جب اَبُوبکر سے یہ حکایت سُنی۔ تو کہا۔

اِنْزِلْ یَا لُکَعُ۔ یعنی منبر سے اتر آئیے۔ تم سے ان کا جواب تک نہیں دیا جاتا۔ اُس وقت اَبُوبکر اپنے گھر چلے گئے۔ اور تین روز تک گھر سے باہر نہ نکلے۔

چوتھے روز خالد بن ولید تین ہزار آدمیوں کے ساتھ اور سالم غلام ابو حذیفہ بھی تین ہزار آدمیوں کے ساتھ داخل مدینہ ہوئے۔ اور اسی طرح منافقان عرب جمع ہوتے جاتے تھے۔ اور ان کے دلوں میں مرتضیٰ علی کی طرف سے نفاق بھرا ہوا تھا۔ اور ان کی تیغ کے خوف سے اظہار اسلام کیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک لشکر عظیم جمع ہو گیا۔ اس وقت برہنہ شمشیریں لئے مسجد رسُول کا رُخ کیا اور آگے آگے حضرت عمر تھے

اس وقت امیر المومنینؑ مع اصحاب خاص مسجد رسول میں تشریف فرما تھے حضرت عمر نے داخل ہوتے ہی کہا۔ وَاللّٰہ اے علی اصحاب اگر آج کسی نے کچھ کہا۔ تو اس کی گردن ماردی جائے گی۔ خالد بن سعد کھڑے ہو گئے۔ اور کہا یا ابن الصحاک الحبشیۃ تو ہم کو اپنی تلواروں سے ڈراتا ہے۔ اور ان منافقین کے لشکر کی کثرت سے رعب ڈالتا ہے بخدا ہماری تلواریں تمہاری تلواروں سے تیز تر ہیں۔ اگرچہ ہم تعداد میں کم ہیں لیکن تم سے زیادہ ہیں۔ کہ حجت خدا علی ابن ابیطالبؑ ہمارے ساتھ ہیں۔ مگر اطاعت امام ہمارے لئے واجب ہے۔ اس واسطے ہم خاموش ہیں۔ ورنہ ابھی تلواروں سے تمہاری خبر لیتے۔ اور تم سے جہاد کرتے۔ اس وقت جناب امیرؑ نے فرمایا۔ خالد بیٹھ جاؤ۔ تیرا مرتبہ ظاہر ہوا۔ اور تیری سعی مشکور ہوئی۔ پس خالد بیٹھ گئے ـــــ اور سلمان فارسیؓ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہا اللّٰہ اکبر بخدا کہ میں نے اپنے ان کانوں سے حضرت رسُول خدا سے سنا ہے۔ اگر خلاف کہتا ہوں تو یہ کان بہرے ہو جائیں۔ کہ فرمایا حضرت نے۔

بَیْنَمَا اَخِیْ وَابْنُ عَمِّیْ جَالِسٌ فِیْ مَسْجِدِیْ مَعَ نَفَرٍ مِّنْ اَصْحَابِہٖ یَاتِیْہِ جَمَاعَۃٌ مِّنْ کِلَابِ اَھْلِ النَّارِ "

"یعنی پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ایک وقت ہوگا۔ کہ میرا بھائی اور ابن عم مع چند اصحاب کے میری مسجد میں بیٹھا ہوگا کہ ایک جماعت اہل دوزخ کے کتوں کی اسپر حملہ آور ہوگی۔ اور اسکے اور اس کے ساتھیوں

کے قتل کرنے کا قصد کرے گی۔ پس مجھ کو کوئی شک نہیں ہے۔ کہ وہ جہنم کے کتّے تم ہو۔ عمر خطاب نے تلوار کھینچی اور چاہا کہ سلمان کو قتل کرے۔

پس امیر المومنینؑ اٹھے اور عمر کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور نیچے کر دیا۔ ہاتھ سے تلوار چھوٹ گئی۔ اور پگڑی بھی اتر گئی۔ سب کے سامنے خجل و منفعل و شرمسار ہوئے۔ اس وقت ابوبکر اور ان کے ساتھی اٹھے اور حضرت عمر کو اٹھا کر بٹھایا۔

امیر المومنین نے فرمایا۔ یا ابن الصہاک الحبشیہ لولا کتاب من اللہ سبق و عہد من رسول اللہ تقدم لرأیت اینا اضعف ناصرا و اقل عددا۔

اس وقت امیر المومنینؑ مع اپنے ساتھیوں کے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے اصحابؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تمہارے اوپر خدا کی رحمت ہو۔ حضرت عمر کا یہ طریقہ تھا کہ مدینہ میں اپنے ساتھ لشکر لئے پھرتے تھے اور جو خلافت ابوبکر سے منکر تھے۔ ان سے جبراً و قہراً ابوبکر کی بیعت لیتے تھے۔ اور اپنے گھروں میں چھپ جاتے تھے۔ ان کو پکڑواتے اور بیعت لیتے۔ اور بعض کو قتل بھی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ تین ماہ تک یہی شور و شر رہا۔ اور آخرکار حضرت امیر المومنین کو بلانے کیلئے گئے۔ اور قصۂ جنابِ سیدۃ النساء واقع ہو۔ اور ان حضرت نے معصومہ کے ضرب ماری اور معصومہ کو ایذا پہنچانا سب کو معلوم ہے۔ اور مخالفت

سعد بن عبادہ کی مع دس ہزار آدمیوں کے بنی خزرج سے اور مخالفت قیس بن سعد کی اور مالک بن نویرہ کی مع دس ہزار آدمیوں کے سب پر ظاہر ہے۔ کہ ابوبکر کی بیعت نہ کی۔ اس پر خالد بن ولید کو بھیجا اور اس نے اس مومن دیندار کو حالت نماز میں مع دس ہزار مومنین کے قتل کیا اور ان کا مال و اسباب لوٹا اور عورتوں اور بچوں کو قید کیا۔

اے ابراہیم پس کیوں کر اجماع خواص امت ہوا۔ خدا سے ڈرو اور اپنے اس اعتقاد فاسد کو چھوڑو اور خدا و رسول پر اتہام نہ کرو اور اگر خلافت ابوبکر پر اجماع کا اعتبار کیا جائے تو پھر یزید اور باقی بنی امیہ کو اپنا امام کیوں نہیں مانتے۔ اس واسطے کہ جس قدر آدمیوں نے ان کی بیعت دشنا بیعت کی ہے۔ وہ ابوبکر و عمر کی بیعت کرنے والوں سے سو حصہ زیادہ ہے پس اس بنا پر معاویہ و یزید و باقی بنی امیہ امام ہونا چاہیئے۔ اور کسی شخص کو شک نہ ہوگا۔ اس شخص کے کفر میں جس کے وہ امام ہوں کہ جو فرزندِ رسول کا سر کاٹ کر ان کے اہلبیت کو قید کر کے اونٹوں پہ سوار کر کے لے گئے۔ اور مدت دراز تک مذمت اہلبیت رسول کی کرتے رہے۔

اور اے ابراہیم اہلِ اسلام میں اجماع منعقد نہ ہو مگر قتل عثمان میں کہ اجماع خاص و عام امت سے ہے۔ تمام شہروں سے اہل اسلام نے خطوط لکھے۔ اور آدمیوں کو قتل عثمان پر آمادہ کیا۔ اور شہر مصر کے پانچ ہزار آدمی اس کے ظلم کی شکایت لے کر آئے۔ اور یکبارگی

سب نے اتفاق کرکے بہت برے طریقہ سے اس کو قتل کیا اور چند روز تک ان کے پیروں میں رسی باندھ کر مانند مرے ہوئے جانوروں کے مدینہ کی گلی کوچوں میں کھینچتے پھرے۔ اور مسلمانوں کے گروہ کے گروہ آتے تھے اور سر پر ضرب مارتے تھے۔ اور ظلم کی شکایت کرتے تھے۔ اے ابراہیم وہ ذات جو بحکم خدا خلیفہ ہو۔ اور نصوص الہی اور احادیث رسالت پناہی اسکے حق میں بے شمار ہوں اسکو خلیفۃ اللہ و خلیفۃ الرسول نہ کہنا چاہیے؟ اور بڑے تعجب کی بات ہے۔ کہ تم اپنی کتب اعتقاد میں لکھتے ہو۔ کہ خدا و رسول نے تعین خلیفہ نہیں کیا۔ لیکن عمر نے ابوبکر کو خلیفہ بنایا اور نہایت بے شرمی سے ابوبکر کو خلیفۃ اللہ و خلیفۃ الرسول کہتے ہو اور لکھتے ہو۔ پس ابوبکر کو خلیفۂ عمر کہنا لازم ہے۔

اے ابراہیم چونکہ عمر بن خطاب اور خالد بن ولید اور منافقین بنی امیہ کو مرتضی علیؑ سے عداوت و دشمنی تھی۔ اس واسطے یہ تمام فساد برپا کیا اور کتنے ہی ہزار مومنوں کو قتل کیا اور کتنے ہی ہزار خلق خدا کو راہ حق سے گمراہ کر اسفل السافلین میں ڈالا۔

اے ابراہیم کسی امت نے اپنے نبی کے دین میں ایسے فساد کئے ہیں۔ اور اپنے نبی کے اہلبیت پر ایسے ظلم کئے ہیں۔ اور اپنی خوشنودی کیلئے کبھی سعد بن عبادہ کو کبھی ابوبکر کو کبھی عثمان کو خلیفہ بنائیں۔ اور جو بات اپنے موافق ہو اس کو کریں۔

یہ ۲ دو گروہ ہیں۔ کہ ضدیت و مخالفت و مجادلت و محاربت و عداوت

ایک کی دوسرے سے سب امت پر ثابت ہے ــــ گروہ اول علیؑ بن ابیطالبؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ اور حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراؑ و سلمان فارسی و عباس و عبداللہ مسعود و ابوذر غفاری و مقداد اسود و عمار یاسر و عثمان بن مظعون و محمد ابن ابی بکر و حذیفہ یمانی و ابی بن کعب و خالد بن سعید العاص و جابر بن عبداللہ انصاری و ابودجانہ انصاری و سعد بن عبادہ انصاری و قیس بن سعد انصاری و ابوالبابہ و ابوالہیثم و میثم تمار و مالک اشتر نخعی و فضل بن عباسؓ و ابوالولید و ابوسعید خدری و سلیمان بن نصر و سہل بن حنیف و عدی بن حاتم۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ کہ اول اسلام سے آخر عمر تک آنحضرت کی خدمت و ملازمت میں رہے۔ اور اطاعت اور فرمانبرداری میں زندگی بسر کی اور حضرت کے اقوال و افعال و اعمال بہ نسبت دوسروں کے زیادہ جانتے تھے۔ اور پیغمبر نے ہر ایک کے حق میں حدیثیں بیان فرمائی ہیں۔ اور بعض کو اپنے اہلبیت میں شامل کیا ہے۔ اور بعض کو مثل اپنی پوست چشم فرمایا ہے۔ اور جو حضرت کے اہلبیت ہیں خدا نے ان کی ان کی طہارت و عصمت پر گواہی دی ہے۔ اور ان کی محبت آدمیوں پر فرض و واجب کی ہے۔

قُلْ لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی۔

اے پیغمبر کہدو کہ میں اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں۔ مانگتا مگر یہ کہ میرے قرابتداروں سے مودت کرو۔ اور بحکم الہی ان کا قول صادق اور کلام

نص قاطع ہے۔ اے ابراہیم انہوں نے طریق رسول و عبادت رسول فرائض و نوافل و اخبار و احکام وغیرہ کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے۔ اس کے موافق عمل کرنا اولیٰ و انسب ہے۔ اور خدا و رسول کے نزدیک ان کا اعتبار زیادہ ہے۔ بمقابلہ اعتبار و تصدیق کرنے قول ابوبکر و عمر عثمان و عائشہ و حفصہ و انس بن مالک و سعد بن سعید و عمر و عاص و ابوہریرہ و ابوعبیدہ بریر بن غالب و خالد بن ولید سالم غلام ابوحذیفہ و سعد بن ابی وقاص و طلحہ بن عبداللہ و عبداللہ بن عامر و معاویہ و یزید و عمر سعد و عبیداللہ زیاد مروان حکم و باقی بنی امیہ کے کہ یہ سب تمہارے امام ہیں آیا۔ اس گروہ کی پیروی کرنی چاہیے۔ یا اس گروہ کی جس کا ذکر پہلے کیا گیا۔ آیا گروہ کا اعتماد زیادہ ہے۔ یا اس گروہ کا جن کے ناموں کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے۔

اے ابراہیم چونکہ مخالفت ان دونوں گروہ کی تمام امت پر ظاہر ہے اور روز وفات پیغمبر سے آج تک اعمال و افعال و عبادات و اعتقاد میں ان دونوں گروہ کی مخالفت ظاہر ہے۔ اب تو بیان کر کہ ان دونوں گروہوں میں کون حق پر تھا۔ اور کون باطل پر ابراہیم اس وقت عجب کشمکش میں مبتلا تھا حیران و پریشان نہ طاقت گفتار نہ قوت سکوت

ہارون یہ دیکھ کر جھلایا اور کہا اے ابراہیم جواب کیوں نہیں دیتا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آج تک تو دین رسول پر نہیں تھا۔ اور آج تو خود کو افضل و اعلم علمائے اسلام جانتا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ ایک کنیز کو جواب نہیں دے سکتا۔ باوجودیکہ بہت سے علماء و اہل فضل تیرے ساتھ متفق ہیں۔ اور ہر بات میں تیرے مددگار ہیں۔ ابراہیم حیران تھا کہ اگر کہتا ہے۔ کہ طریق اہلبیت رسول باطل ہے۔ تو اس کا کفر ثابت ہوتا ہے۔ اور قرآن و حدیث کی مخالفت کرنی پڑتی ہے۔ اور اسکا بھی خوف تھا۔ کہ حاضرین جابر مجلس ہارون میں اسکو ہلاک کر دیں گے۔ اور اگر کہتا ہے۔ کہ طریق ابوبکر و عمر اور ان کے تابعین کا باطل ہے۔ تو خلاف اعتقاد ہے۔ اور اپنا مذہب باطل ہوا جاتا ہے۔ اور اندیشہ مارے جانے کا بھی ہے۔

ہارون نے جب ابراہیم کا یہ حال دیکھا۔ تو حسنیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور کہا اے حسنیہ تیرا استاد کون ہے۔ اور کہاں سے یہ علم حاصل کیا ہے۔ حسنیہ نے کہا اے خلیفۂ زمان اور اے واقف ظلم و طغیان پوشیدہ نہ رہے۔ کہ جب میں پانچ سال کی ہوئی اور میرے خواجہ نے مجھے خریدا اور مجھ کو حرم محترم حضرت امام بحق ناطق بحر خلائق جعفر بن محمد صادق علیہ السلام میں بھیجا تاکہ خدمت ملازمان و بندگان عتبہ علیا میں رہوں اور شرائط طہارت و قواعد عبادت اہالیان دودمان عالی شان سے سیکھوں۔ جب ایک مدت تک حرم محترم میں رہی تو طریقہ طہارت و تقویٰ اور نماز و روزہ سیکھا اور یاد کیا۔ یہاں تک کہ میری عمر کے سات سال گذرے کہ ایک روز حضرت امام انام حرم محترم میں داخل ہوئے۔ اور وضو کیلئے پانی طلب فرمایا۔ اتفاقاً وہ خادم کہ جسکے سپرد

یہ خدمت تھی - وہ اس وقت حاضر نہ تھا - میں نے جرأت کی اور فوراً دوڑ کر ظرف آب اٹھا کر امام کی خدمت میں حاضر کیا - اس وقت حضرت نے میری طرف دیکھا - اور فرمایا تو کون ہے - میں نے عرض کی کہ میں فلاں خواجہ کی کنیز ہوں - اور ایک مدّت سے اسی حرم محترم میں خدمت گزاری کرتی ہوں - امام نے فرمایا کہ تو نماز پڑھتی ہے عرض کی کہ ہاں پڑھتی ہوں - امام نے فرمایا - آداب وضو و طہارت جانتی ہے - عرض کی ہاں جانتی ہوں - اور جو کچھ حضرت نے سوال کئے جواب دیتی رہی - حضرت بہت خوش ہوئے - اور میرا حال گماشتگان عتبہ علیا سے دریافت فرمایا اور اسی وقت اپنا آدمی بھیج کر میرے خواجہ کو جہاں حاضر ہے - بلایا اور فرمایا اے خواجہ تیری یہ کنیز بہت عقیلہ اور ہوشیار ہے - اس کو ہمارے ہاتھ فروخت کر خواجہ نے عرض کیا - یا ابنِ رسول اللہ ہزار جانیں میری آپ پر فدا ہوں - یہ کنیز آپ کی خدمت میں رہیگی - اور میں بھی حضور کے کمترین چاکروں و ملازموں میں سے ہوں - اس روز سے حضرت کی خدمت مجھ سے متعلق ہوئی - اور جب میں جوان ہوئی - تو حضرت مجھ کو تعلیم فرماتے اس زمانہ میں حضرت کی خدمت میں تو مجھ کو جرأت نہ ہوتی تھی - لیکن حضرت کی اولاد امجاد کی کہ ہر ایک فصاحت و بلاغت میں صاحب کمال اور فضل میں بے مثال تھا - خدمت میں تحصیل علوم کرتی تھی اور حضرت کی توجہ کی برکت سے مجھے قوتِ مطالعہ حاصل ہوا - اور اکثر کتب تفاسیر و احادیث کا مطالعہ کرنے لگی۔

- اور اکثر مسائل مشکلہ کہ جن کی تحقیق میں علماء اسلام عاجز رہے ہیں - حقیقت ان مسائل کی حضرت سے دریافت کرتی تھی - یہاں تک کہ اجتہاد کے درجہ کو پہنچی اور آج مجلس خلیفہ زمان میں حقیقت مذہب آئمہ طاہرین موافق و مخالف پر ظاہر و ثابت کی اور کسی مسئلہ پر عاجز نہ ہوئی -

ہارون نے کہا کہ اے حسنیہ تو نے امام ناطق و بحر حقائق جعفر صادق علیہ السلام سے رؤیت حق سبحانہ و تعالیٰ کے بارے میں کیا سنا ہے تاکہ مجھے بھی معلوم ہو -

حسنیہ نے کہا - کہ اے خلیفہ تحقیق کہ میں نے اپنے مولا و آقا سے سُنا ہے -

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ :- سورہ انعام ۶ آیہ ۱۰۳

اس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتی - (نہ دنیا میں نہ آخرت میں) اور وہ لوگوں کی نظروں کو خوب دیکھتا ہے - اور وہ لطف و خبیر ہے -

ابراہیم نے کہا - اے حسنیہ جب رؤیت خدائے تعالیٰ محال ہے - تو کس واسطے موسیٰ علی نبینا و علیہ السلام نے کہ اولوالعزم پیغمبر تھے - استدعا طلب رؤیت کی اور کہا - رَبِّ أَرِنِي أَنْظُرْ إِلَيْكَ

اے حسینہؑ یہ طلب از روئے جہل تھا۔ یا از روئے سہو اور یہ دونوں
تیرے مذہب میں محال ہیں۔ حسینہؑ نے جواب دیا۔ کہ طلب رویت
موسیٰ نہ از روئے جہل تھا۔ اور نہ از روئے سہو بلکہ حضرت موسیٰ طلب
رویت میں مقہور و مجبور تھے۔ اس لئے کہ جب کوہ طور پر مناجات کرنے
کے لئے روانہ ہوئے تو ستر آدمی بنی اسرائیل کے اپنے ہمراہ لے گئے۔
جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَاخْتَارَ مُوسَىٰ قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا ہ

سورۃ اعراف ۷ آیہ ۱۵۵ ،، ترجمہ ،،

اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر آدمیوں کو کوہ طور پر جانے کیلئے چنا
جب موسیٰ ان آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ تو انہوں نے حضرت موسیٰ
سے کہا۔ کہ ہم تم سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ تم دعا کرو اور سمیع وعلیم
سے سوال کرو۔ کہ وہ اپنا کلام ہمیں سنائے وہاں سے جہاں تم مناجات
کرتے ہو۔ حضرت موسیٰ نے بنا بر تکلیف درگاہ الٰہی میں التماس کی
کہ پروردگارا اپنا کلام اس قوم کے کانوں تک پہنچا دے۔ دعا قبول ہوئی
جب حضرت موسیٰ مناجات سے فارغ ہوئے۔ تو ان سے کہا
هَلْ سَمِعْتُمْ كَلَامَ رَبِّكُمْ۔ یعنی تم نے اپنے پروردگار کا کلام سنا
انہوں نے کہا۔ ہم نے ایک کلام کو سنا لیکن یہ نہیں جانتے کہ یہ خدائے
تعالیٰ کا کلام تھا۔ یا شیطان کا۔ ہم کو اعتبار نہیں۔ جب تک کہ حق
تعالیٰ کو خود نہ دیکھیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔

قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ؕ ،، ،،

،، یعنی موسیٰ کی قوم نے کہا کہ ہم تیرے ساتھ ایمان نہیں لاتے
جب تک ہم خدا کو نہیں دیکھیں۔ پس بجلی گری اور ان سب کو جلادیا
بہ سبب اس ظلم کے جو انہوں نے کیا تھا۔ یعنی طلب رویت کی تھی۔
پس موسیٰ نے کہا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا ؕ،، خداوندا مجھے ہلاک کرتا
ہے۔ عوض میں اس فعل کے کہ جو میری قوم احمقوں سے سرزد ہوا۔
یعنی طلب دیدار ؛۔

پس اے ابراہیم اگر قوم موسیٰ طلب رویت میں صواب پر
ہوتی۔ اور رویت خدا ممکن ہوتی۔ تو خدا ان پر بجلی گرا کر ہلاک نہ کرتا
اور اگر طلب رویت میں موسیٰ اپنی قوم کے ساتھ شریک ہوتے اور
اور رویت پر اعتقاد رکھتے۔ یا اپنے زعم میں طلب رویت کرتے
تو لازم تھا۔ کہ حضرت موسیٰ بجلی سے ہلاک ہو جاتے۔

ابراہیم نے کہا۔ اے حسینہؑ اگر موسیٰ نے قوم کے کہنے سے طلب
رویت کی تو قوم کے ہلاک ہونے کے بعد کیوں کہا۔ تُبْتُ اِلَيْكَ
حسینہؑ نے کہا۔ اے ابراہیم موسیٰ نے اجازت لینے سے
پہلے سوال کیا بہتر تھا۔ کہ پہلے اجازت لیتے اور بعد اسکے سوال کرتے
اور اجازت نہ لینا نہ کبیرہ ہے۔ نہ صغیرہ ہے۔ اور جو مقام رفعت

ومنزلتِ رُسُل ہے۔ بوجہ ترک ادب استغفار کرتے ہیں۔ اس لئے کہ گروہ انبیاء معصوم و برگزیدہ ہیں؛۔

اے ابراہیم سن کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا۔ لَن تَرَانِی۔ یعنی تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں کیوں کہ لن واسطے نفی ابد کے ہے جبکہ موسیٰؑ باوجود تقرب نبوت واولوالعزمی ومکالمت کے نہ دیکھ سکے تو بس غیر نبی وکلیم کون دیکھ سکتا ہے؛۔

اے ابراہیم صحت رویت تین۳ شرطوں پر مشروط ہے۔ اوّل سلامتی خاصہ بصر دوم صحت رویت مرئی۔ سوم عدم حجاب — اور آج یہ تینوں شرطیں حاصل ہوئیں۔ اگر وہ دیکھنے کے لائق ہوتا۔ تو ضرور تھا۔ کہ دنیا میں مرئی ہوتا۔ چونکہ دکھلائی نہیں دیتا یہ دلیل ہے۔ کہ اس کی رویت محال ہے۔ ونیز اگر رویت اللہ تعالیٰ جائز ہوتی تو جسم ہوتا یا جوہر یا عرض اور یہ محال ہے۔ کہ وہ جسم اور جوہر اور عرض ہو۔ اس وجہ سے کہ یہ تمام چیزیں حادث ہیں۔ اور وہ قدیم ہے۔ اے ابراہیم ضرور ہے۔

کہ جو چیز دکھلائی دینے والی ہو۔ اس کو کسی کیفیت کے ساتھ دیکھنا چاہیئے۔ اور ذات الکیف محدث ہے۔ ونیز وہ چیز کہ جس کو دیکھ سکیں چاہئے۔ کہ وہ سامنے دیکھنے والے کے ہو اور وہ چیز ایسی ہو کہ مکان میں ہو یا جہت میں ہو اور واجب الوجود نہ مکان میں ہے

نہ جہت میں پس اس کا دیکھنا محال ہے۔ ——

ابراہیم نے کہا اے حسنیہؑ کیا کہتی ہے

وُجُوہٌ یَّومَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ۔ سورہ ۷۵ آیہ ۲۲

اس روز بہت سے چہرے تر و تازہ بشاش ہوں گے۔ اور اپنے پروردگار کی نعمت کو دیکھ رہے ہونگے۔

حسنیہؑ نے کہا اے ابراہیم یہ آیہ مؤول ہے

اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ یعنی۔ اِلٰی نِعمَتِ رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ ؛۔

یعنی تم نعمت خدا اور اس کی رحمت کی طرف دیکھنے رہو۔ یہاں مضاف محذوف ہے۔ اور قرآن میں اس کی مثال بہت سی جگہ پر ہے اور معلوم ہو کہ نظر پھیرنا حدقہ کا مرئی کے واسطے ہے۔ اور یہ خدا کے پر روا نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ جسم و جسمانی نہیں ہے۔ ودیگر یہ کہ جس جگہ لفظ نظر ہو۔ لفظ رویت ہو دیدار ہے۔ لازم نہیں ہے جیسا کہ عرب کہتا ہے۔ نَظَرتُ اِلَی الہِلَالِ وَلَم اَرَاہُ یعنی میں نے چاند کی طرف نظر کی اور میں نے اس کو نہ دیکھا۔ اگر نظر بمعنی رویت ہوتا تو کلام میں تناقض ہوتا۔

ابراہیم نے کہا۔ اے حسنیہؑ کیا کہتی ہے۔ اس آیت کے متعلق

فَمَن کَانَ یَرجُو لِقَاءَ رَبِّہٖ ؛۔ سورہ کہف ۱۸ آیہ ۱۱۰

جو شخص آرزو مند ہو کر۔ اپنے پروردگار کے سامنے حاضر ہوگا۔

حسنیہؑ نے کہا کہ معلوم ہو کہ لقا بمعنی دیدنی ہوتے ہیں۔ مقابلہ میں اور تمہارے نزدیک کہ تم دشمن ہو۔ دیکھنے کے مقابل ہیں اور یہ خدا پر روا نہیں ہے۔ ودیگر لقا بمعنی دیدار ہوتا۔ تو خدا تعالیٰ دیدار کو بمعنی

لقا کے فرماتا۔ اور حق تعالیٰ لقا کو منافقوں کے واسطے اثبات
فرماتا ہے ۔

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ

یعنی نفاق ان کے دلوں میں رہے گا جب تک کہ خدا کے نزدیک
پہنچیں ۔۔۔۔ باتفاق جمیع مذاہب منافقوں کو حق تعالیٰ کا دیدار
نہ ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ جہاں کہیں قرآن میں لقا کا ذکر ہے۔ اس سے مراد
دیدار نہیں ہے۔ اگر مومنوں سے نسبت لقا ہے۔ تو اس سے مراد
ثواب و رحمت خدا ہے۔ اور اگر لقا کافروں و منافقوں کے بارے
میں ہے۔ تو اس سے مراد خشم خدا و عذاب خدا ہے۔ جیسا فرماتا ہے

وَاِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ۔

سورہ روم ۳۰ آیہ ۸ یعنی بہتیرے لوگ تو اپنے پروردگار کے حضوری کو
کسی طرح نہیں مانتے ۔۔ اس آیت میں لقا بمعنی رحمت ہے۔ اور یہ آیت
اس کی شاہد ہے

" فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ
فَاُولٰٓئِكَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ۔ سورہ روم ۳۰ آیہ ۱۶

مگر جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور ہماری آیتوں اور آخرت کی حضوری
کو جھٹلایا تو یہ لوگ عذاب میں گرفتار کیے جائیں گے۔

اور اس جگہ لقا آخرت سے غرض ثواب آخرت ہے۔

اے ابراہیم اگر رؤیت دنیا میں ممکن نہ ہوئی اور آخرت میں ممکن
تو حق تعالیٰ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے جواب میں فرماتا۔ کہ
لَنْ تَرٰىنِیْ فِی الدُّنْیَا ۔ یعنی مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا۔ تو دنیا میں لیکن آخرت

ں دیکھے گا۔ جاننا چاہیے۔ کہ یہ معنی نفی مطلق ہے۔ یعنی مجھ کو نہ دیکھے
۔ تو اور نہ دیکھ سکے گا

حسنیہؑ کا کلام یہاں تک پہنچا۔ تو ہارون نے اس کا کلام منقطع
ر کے کہا اے حسنہ تیرے مولا امام جعفر بن محمدؑ نے کس دلیل سے
تعہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ حسنیہؑ نے کہا بنا بر نص جلی کلام ملکِ علام کہ
رمایا ہے ۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِیْضَةً ۔

ورہ نساء ۴ آیہ ۲۴۔ " یعنی جب تم متعہ کرو۔ تو عورتوں کو ان کا مہر
و ۔۔۔۔ خلیفہ پر واضح ہو کہ تمام مفسر اور اہل فقہ متفق ہیں۔ کہ مراد
اح سے متعہ ہے ۔

ابراہیم نے کہا کہ یہ آیت منسوخ اور اہل سنت وجماعت کے
میان اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ابتدائے اسلام میں ایک
رت تک متعہ حلال تھا۔ اور اس کے بعد حرام ہو گیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ
عد فتح مکہ حرام ہوا ۔

حسنیہؑ نے کہا۔ اے ابراہیم اس وقت تیرا یہ کہنا تعصب کی
اہر ہے۔ اس واسطے کہ تمہارے عالموں نے اس بات میں خبریں مختلف
مضطرب روایت کی ہیں۔ متفاوت اللفظ والمعنیٰ کہ ینقض بعضہ
عضا۔ بعض بعض کی نقیض ہیں۔

سُن ابراہیم کہ جو آیت قرآن میں منسوخ ہوتی ہے اس
ں ناسخ بھی موجود ہے۔ اگر تم سے کوئی سوال کرے کہ ناسخ آیہ متعہ کونسی
ہے۔ تو تم کیا جواب دو گے۔ اس وقت ابراہیم نے عاجز ہو کر کہا۔

کہ ہم کو منع کرنا حضرت عمرؓ کا سند ہے - اس لئے کہ اگر یہ آیت منسوخ
نہ ہوتی - اور رسول خدا نے منع نہ فرمایا ہوتا - تو حضرت عمر بھی منع نہ کرتے
" حسینہؑ نے کہا اے ابراہیم حلت متعہ و عدم نسخ پر حضرت عمر کا منع
کرنا دلیل روشن ہے - اس واسطے کہ اگر متعہ مِن عند اللہ و
من عند الرسول " منسوخ و حرام ہوتا - تو البتہ حضرت عمر
رد در آیت یا حدیث کا حوالہ بیان کرتے - اور اس کو سند قرار دیتے اور
کہتے کہ خدائے تعالیٰ نے تحریم متعہ میں ایسا فرمایا ہے - یا رسول اللہ
نے اس حدیث سے منع فرمایا ہے - اور یہ نہ کہتے -

مُتْعَتَانِ كَانَتَا مُحَلَّلَتَيْنِ عَلَىٰ عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ اَنَا اُحَرِّمُهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا مُتْعَةُ الْحَجِّ وَمُتْعَةُ النِّسَاءِ

یعنی دو متعہ زمانہ رسول میں حلال تھے اور میں ان دونوں کو حرام کرتا
ہوں - " اور ان کے کرنے والوں پر عذاب کروں گا
ایک متعہ حج اور دوم متعہ نسا ، اور یہ عبارت حضرت کے نہ منع کرنے
پر گواہ ہے - اور دلیل ہے - اس پر کہ خدا و رسول کی طرف سے منع
نہیں ہوا - بلکہ ہم اس کے کرنے پر مامور ہیں - اس لئے کہ نہ کرنے کا کوئی
حکم واقع نہیں ہوا اور کسی نے کوئی روایت بھی نہیں کی بلکہ اس کے کرنے
پر ثواب عظیم ہے اور بہت سی احادیث بطرق اہلبیت واقع ہوئی
ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین نے فرمایا -

لَوْلَا اَنَّ عُمَرَ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ مَا زَنٰى اِلَّا شَقِيٌّ وَّ اِلَّا شَقِيٌّ -
اے ابراہیم جو کچھ اخبار و احادیث تمہارے طریقے پر واقع ہیں اور

تمہارے محدثین نے نقل کی ہیں - اور بیان کرتی ہوں -
عمران بن حصین سے روایت ہے کہ

نَزَلَتْ اٰيَةُ الْمُتْعَةِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَفَعَلْنَاهَا مَعَ النَّبِيِّ (ص) وَلَمْ يَنْزِلْ قُرْاٰنٌ يُحَرِّمُهَا وَلَمْ يَنْهَ النَّبِيُّ عَنْهُ حَتّٰى مَاتَ -

یعنی آیہ متعہ کتاب خدا میں نازل ہوئی اور ہم نے اس کو پیغمبر کے
ہمراہ کیا - اور قرآن میں حرمت متعہ پر کوئی آیت نہیں نازل ہوئی -
اور نبی اکرم نے ہم کو اس سے منع نہیں فرمایا یہاں تک کہ آپ نے دنیا سے
انتقال فرمایا -

اور اسی طرح عبداللہ بن مسعود نے روایت کی ہے -

قَالَ كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَيْسَ مَعَنَا نِسَاءٌ فَقُلْنَا اَلَا نَسْتَخْصِيْ فَنَهَانَا عَنْ ذٰلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا اَنْ نَنْكِحَ الْمَرْاَةَ بِالثَّوْبِ اِلٰى اَجَلٍ ثُمَّ قَرَاَ عَبْدُ اللّٰهِ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبَاتِ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ -

" یعنی عبداللہ بن مسعود نے روایت کیا ہے کہ ہم جہاد میں حضرت
رسول خدا کے ساتھ تھے اور ہماری عورتیں ہمارے ساتھ نہ تھیں
پس ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں حضرت نے
منع فرمایا - اور ہم کو اجازت دی کہ ہم متعہ کریں عورتوں سے بعوض
پارچہ وغیرہ کے تا وقت معین - پس عبداللہ نے پڑھا اس آیت
کو کہ اے ایمان والو تم حرام نہ کرو - طیبات کو کہ تمہارے لئے حلال
کئے گئے ہیں - " اور اسی طرح عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ

سأل عن عبد الله بن عمر رجل من اهل الشام عن متعة النساء فقال هی حلال فقال ان اباك قد نهى عنها فقال ابن عمر ارأیت ان كان ابی قد نهى عنها وصنعها رسول الله ﷺ انترك السنة ونتبع قول ابی۔

"یعنی اہل شام میں سے ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے متعہ کے بارے میں سوال کیا۔ کہ متعہ حلال ہے :۔ یا حرام۔ عبداللہ نے کہا حلال ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تمہارے باپ نے منع کیا ہے۔ اور نہی کی ہے۔ متعہ سے عبداللہ نے کہا کہ اگر میرے باپ نے منع کیا ہے۔ اور خدا و رسول نے حکم دیا ہے۔ تو واللہ کبھی متعہ کو ترک کروں گا۔ اور اپنے باپ کے قول کی پیروی نہ کروں گا۔

اے ابراہیم اصل میں سب چیزوں کی اجازت ہے۔ جب تک کہ اس کے واسطے مخالفت وارد نہ ہو۔ اور منع ہونا محتاج دلیل ہے۔ اور جس جگہ دلیل نہیں ہے منع نہیں ہے۔ اگر تو کہے کہ مانع عمر ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا تو میں کہتی ہوں کہ یہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ ایک یہ کہ سند منع اسکی دلیل ہو یا اجتہاد اگر دلیل ہو تو مانتی ہوں لیکن ظاہر ہے۔ کہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ نہ شرعی نہ عقلی کہ سند منع کی ہو اور اگر منع از روئے اجتہاد ہے۔ تو نہیں مانتی اس واسطے کہ جو اجتہاد موافق نص الہی و حدیث پیغمبر نہ ہو وہ باطل ہے۔ اور دوسری دلیل قول امیر المومنین ہے۔ کہ ان کا قول دین میں فتویٰ اور حجت ہے۔ بہ سبب معصوم ہونے اور اجماع اہلبیت و عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن مسعود و بن جبیر و جابر بن عبداللہ حلت متعہ پر دلیل روشن ہے۔

" دوسرے اور سن اے ابراہیم کہ ابی رباح نے کہ فقہائے تابعین سے ہے۔ روایت کی ہے۔ صفوان بن معلی سے اور اس نے اپنے باپ سے کہا۔ اس نے کہ حضرت عمر کا عورتوں سے متعہ کرنے کو منع کرنے کا سبب یہ تھا۔ کہ جس وقت عمر بن حریث نے ایک عورت سے متعہ کیا۔ حضرت عمر نے اس سے دریافت کیا۔ کہ جس وقت تو نے متعہ کیا اس وقت کون حاضر تھا۔ اور کس کے سامنے متعہ کیا اس نے کہا۔ کہ میری ماں اور اس کی ماں حضرت عمر نے کہا۔

انہی عنهما واخشی ان یکون ذلك وعلا ای فساد

یعنی میں منع کرتا ہوں متعہ کرنے سے کیونکہ ڈرتا ہوں کہ اس میں کوئی فساد ہو ــــــ اس کلام کو جو مذکور ہوا۔ سند منع قرار دیا دوسری روایت یہ ہے۔ کہ حضرت عمر اپنی بہن کے گھر گئے۔ دیکھا کہ وہ غسل کرتی ہے۔ پوچھا کہ تو بے شوہر اور ایام حیض بھی نہیں۔ پھر غسل کیوں کرتی ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے متعہ کیا ہے۔ بنابراین حضرت عمر نے حکم دیا کہ اب سے نکاح متعہ منسوخ ہے۔ اور کوئی متعہ نہ کرے اے ابراہیم کیا۔ خوف ہے۔ کہ کوئی مجرد سننے احکام وعقود شریعت کے ڈرے اور حکم کو جسکی تحریم جائز نہیں ہے۔ اس کو ناجائز و حرام کہے۔ اور خیال کرے کہ اس میں کوئی فساد پیدا ہو جائے گا۔ اور حکم صریح کو جو مطابق نص خدا و رسول ہو۔ اور اسکو حرام کرے۔ اور درپردہ بالجاری کرنا چاہئے جس کا جواز شرعاً نہ ہو پس اس خوف سے تمام احکام شرعیہ میں ادخال فساد ممکن ہے۔
اے ابراہیم اگر کوئی شخص بموجب قول خدا و رسول مخالفت عمر کرے

تو اس کو بدعت جانتے ہو۔ اور اس کو رافضی کہتے ہو اور اس کی تکفیر کرتے ہو۔ اور قتل کرتے ہو۔ نرے عناد و تعصب و گمراہی۔

اور یہ بھی سن اے ابراہیم کہ روایات صحیحہ میں واقع ہوا ہے کہ ایک دن عبداللہ بن عباسؓ کہیں جاتے تھے جب مسجد الحرام کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ عبداللہ بن زبیر مسجد کے دروازے پر بہت سے لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔ اور اس زمانہ میں عبداللہ بن زبیر مکہ میں دعویٰ خلافت کرتا تھا۔

اور عبداللہ بن عباسؓ آخر میں نابینا ہو گئے تھے جب وہاں پہنچے تو عبداللہ بن زبیر نے ابن عباسؓ کو دیکھا۔ تو از روئے تعرض کہا۔

جَاءَنَا اَعْمَى اللّٰهُ قَلْبَهٗ يُحِلُّ الْمُتْعَةَ وَهِيَ الزِّنَاءُ الْمَحْض

یعنی اندھا آیا خدا اندھا کرے۔ اس کے دل کو کہ متعہ کو حلال جانتا ہے حالانکہ وہ محض زنا ہے۔

جب ابن عباسؓ نے یہ سنا تو بیٹھ گئے۔ اور سب نے ان کی تعظیم کی اس وقت ابن عباسؓ نے کہا۔

اِنَّ اللّٰهَ سَلَبَ اَبْصَارَنَا وَسَلَبَ بَصَائِرَكُمْ :-

یعنی خدا نے دور کیا میری آنکھوں سے بینائی کو اور دور کیا تمہاری عقلوں کو:-

وَاللّٰهِ لَقَدْ نَزَلَتِ الْمُتْعَةُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ وَعُمِلَ بِهَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهَا وَلَمْ يَاْتِ بَعْدَهٗ رَسُوْلٌ يُحَرِّمُهَا وَالدَّلِيْلُ عَلٰى ذٰلِكَ قَوْلُ عُمَرَ مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم اَنَا اُحَرِّمُهُمَا وَاُعَاقِبُ عَلَيْهِمَا فَقَبِلْنَا

شَهَادَتَهٗ وَلَمْ نَقْبَلْ تَحْرِيْمَهٗ يَا عَبْدَ اللّٰهِ وَاللّٰهِ وَاِنَّكَ مِنْ مُتْعَةٍ فَاسْئَلْ اُمَّكَ عَنْ بُرْدَيْ عَوْسَجَه :-

یعنی قسم خدا کی متعہ نازل ہوا۔ کتاب خدا میں اور عمل کیا گیا متعہ پر عہد رسول میں اور خدا نے منع نہیں فرمایا۔ اور بعد محمد مصطفیٰ صلعم کے کوئی دوسرا رسول نہیں آیا۔ کہ جو متعہ کو حرام کرتا۔ اور اس پر قول عمرؓ دلیل ہے کہ اس نے کہا کہ زمانہ رسول میں دو متعہ تھے۔ میں نے ان کو حرام کیا اور ان کے کرنے والوں پر عذاب نازل کروں گا۔ پس ہم نے عمرؓ کی گواہی جواز متعہ پر قبول کی لیکن ہم اس کے حرام کرنے کو قبول نہیں کرتے ہیں اور اے عبداللہ بن زبیر معلوم ہو کہ تو متعہ سے پیدا ہوا ہے۔ جا اور اپنی ماں سے دو برد عوسجہ کی کیفیت دریافت کر جب عبداللہ بن زبیر نے ابن عباسؓ سے یہ سنا تو نہایت شرمندہ ہوا۔ اور اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ اور برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے۔ غصہ میں بھرا ہوا۔ اپنی ماں کے سر پر آیا اور پوچھا۔ اَخْبِرِيْنِيْ عَنْ بُرْدَيْ عَوْسَجَةَ یعنی مجھ سے دو چادر عوسجہ کا حال بیان کر۔

اس کی ماں نے اسی وقت کہا۔

اِنَّ اَبَاكَ كَانَ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اَهْدٰى لَهٗ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ عَوْسَجَه بُرْدَيْنِ فَاَعْطَاهُ فَتَمَتَّعَ بِهَا فَعَلِقْتُ بِكَ وَاِنَّكَ مِنْ مُتْعَتِهٖ :- یعنی تیرا باپ رسول خدا صلعم کے ساتھ تھا اس وقت ایک شخص عوسجہ نامی دو برد یمانی رسول خدا کے لئے ہدیہ لایا حضرت نے وہ دونوں چادریں تیرے باپ کو بخشیں اور تیرے باپ نے ان دونوں چادروں کے عوض میں مجھ سے

متعہ کیا۔ اور مجھے تیرا حمل رہا۔ اور تیری پیدائش متعہ سے ہے :۔ "

جس وقت حسنیہؑ نے یہ بیان کیا۔ تو ہارون بہت خوش ہوا اس لیے کہ عبداللہ بن عباس اس کے دادا تھے۔ ہارون نے باآواز بلند یحییٰ بن خالد سے کہا کہ اب تک ہم متعہ سے مانع تھے لیکن اب تو حکم جاری کر کہ لوگ متعہ کریں۔ اس کے بعد آخر زمانہ ہارون میں متعہ کا رواج ہوا۔ اور ایک مدت تک اس پر عمل ہوتا رہا اور کوئی مانع نہ ہوا۔ زمانہ مامون رشید میں بھی متعہ کا رواج تھا۔ یہاں تک متعصم کا زمانہ آیا اور اس نے متعہ سے منع کیا۔

پس حسنیہؑ نے کہا اے ابراہیم کلام کو بہت طول ہوا۔ اور خلیفہ زماں اور سلاطین و ارکان دولت کو اس مباحثہ و مجادلہ سے ملال پہنچا ہے۔ اب تجھ سے ایک سوال کرتی ہوں اور مباحثہ کا خاتمہ اس سوال پر ہے۔ سچ کہنا کہ یہ حدیث تمہارے نزدیک ثابت ہے۔ کہ پیغمبر نے حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کے حق میں فرمایا۔

فَاطِمَۃُ بِضْعَۃٌ مِّنِّی مَنْ اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِی وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ

فاطمہ میری پارہ جگر ہے جس نے اس کو رنج پہنچایا اس نے مجھ کو رنج پہنچایا۔ اور جس نے مجھ کو رنج و ایذا پہنچائی تو پس اس نے خدا کو رنج پہنچایا۔

ابراہیم نے کہا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور تمام امت کا اتفاق ہے :۔ کہ یہ قول پیغمبر ہے اور کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا۔

حسنیہؑ نے کہا قسم ہے تجھ کو خالق زمین و آسمان کی سچ کہنا۔ کہ ابوبکر و عمر نے فدک کو حضرت سیدۃ النساء سلام اللہ علیہا سے بظلم وستم لیا یا نہیں۔

ابراہیم نے کہا کہ ہاں ان سے لیا ہے۔ موافق حدیث رسول کے کہ ابوبکر اس کے ناقل ہیں۔

نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نُوْرِثُ وَمَا خَلَفْنَاہُ فَھُوَ صَدَقَۃٌ

یعنی ہم گروہ انبیاء ہیں۔ ہماری میراث نہیں۔ اور جو کچھ ہم سے ترکہ رہے۔ وہ صدقہ ہے :۔

حسنیہؑ نے کہا اے ابراہیم — ابوسعید خدری کہ تمہارے محدث ہیں ۔۔۔ روایت کرتے ہیں۔ کہ جب آیہ :۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ — نازل ہوئی۔ تو حضرت رسول خدا نے حضرت فاطمہ کو بلایا۔ اور فرمایا کہ اے فاطمہ خدا جانتا ہے۔ تیرا باپ زیر آسمان سوائے فدک کے کوئی ملک نہیں رکھتا ہے — اس روز حضرت نے باغ فدک کو حضرت سیدۃ النساء کو بخش دیا کہ کسی کو اس کا دعویٰ نہ ہو۔ اور حیات رسول میں تین سال تک اس باغ میں معصومہ کا عامل رہا۔ اور حاصل فدک معصومہ کی خدمت میں پہنچتا رہا اور بعض نے کہا ہے۔ کہ پانچ سال بعد رسول خدا کے ابوبکر نے فدک کو اپنے قبضہ میں لیا۔

" اور جب فاطمہؑ نے دعویٰ کیا۔ کہ فدک میرا حق اور میری ملکیت ہے تو حضرت ابوبکر نے گواہ طلب کئے۔ تو امیر المومنینؑ و امام حسنؑ و امام حسینؑ، ام ایمن و قنبر نے گواہی دی۔ کہ پیغمبر نے فدک حضرت فاطمہ کو بخشا ہے :۔ اس پر حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہؑ سے کہا۔

ھٰذَا الْعِلْکُ یَجُرُّہٗ اِلٰی نَفْسِہٖ فَلَا یُحْکَمُ فِیْھَا بِشَھَادَتِہٖ

یعنی یہ (علیؑ) تیرا شوہر ہے۔ اور اپنے نفع کے واسطے گواہی دیتا
ہے۔ پس اس کی گواہی پر حکم نہیں کرتے۔ اور اسی طرح امام حسنؑ
و امام حسینؑ کی گواہی نہ مانی اور کہا کہ اپنے نفع کے لئے ایسا
کہتے ہیں حالانکہ یہ حدیث تمہارے اور ان کے نزدیک ثابت ہے
کہ پیغمبر نے فرمایا کہ۔ عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ۔

" باوجود اس کے گواہی حضرت علیؑ نہ مانی اور کہا کہ اپنے نفع کیلئے
کہتے ہیں۔ حالانکہ فرزند قحافہ نے خود اپنے نفع کے لئے حدیث نحن معاشر
الانبیاء کو وضع کیا۔ اور یہ ظلم صریح اپنے رسول کے اہلبیت پر کیا
ام ایمن کی گواہی نہ مانی اور کہا کہ ایک عورت کی گواہی کو ہم نہیں مانتے۔ اور
جو کچھ رسول خدا نے از قسم باغات و مکانات چھوڑا تھا۔ اس پر
متصرف ہوئے۔ اور فدک کو چھین لیا اور کہا فدک رسول کی ملکیت
تھا۔ جو بر سبیل مدد فاطمہ کے تصرف میں رہتا تھا۔

اے ابراہیم اس حالت میں کہ بطور معاش کے ان کے تصرف
میں ہو جیسا کہ انہوں نے کہا۔ پس جو شخص دعوائے اسلام کرے
اس کو کیوں جائز ہے۔ کہ بعد وفات رسول اس چیز کو چھین لے کہ جس
کو خود رسول خدا نے اپنی حیات میں بر سبیل مدد معاش اپنی جگر
گوشہ فاطمہ زہراؑ کو دیا ہو۔ اور یہ حدیث نحن معاشر الانبیاء۔
ابوبکر کے سوا کسی نے بھی اصحاب رسول خدا سے نہیں سنی۔ اور نہ
کسی نے روایت کی سوائے ابوبکر کے اور ان کی دختر حضرت عائشہ
کے اور حضرت (ص)، نے کسی عرب اور کسی صحابی اور کسی اہلبیت
سے نہیں فرمایا کہ میرے اہلبیت میری میراث نہ پائیں۔ اے ابراہیم

ضروری تھا۔ کہ اہلبیت اور تمام صحابہ اس کو جانتے ہوتے اور پیغمبر
خدا ان سے ظاہر فرما دیتے۔ کہ جو کچھ مجھ سے پیچھے رہے۔ وہ صدقہ
ہے۔ تاکہ ان کے اہلبیت ان کے بعد اسی چیز کو طلب نہ کریں۔ جو ان
پر حرام تھی۔ اور حلال و حرام کے درمیان تمیز کرتے۔ اس لئے کہ
اتفاق امت ہے کہ بنی ہاشم پر صدقہ حرام ہے۔ پس ابوبکر کے اس کلام
سے لازم آتا ہے۔ کہ اہلبیت نے حرام طلب کیا۔ و نیز لازم آتا ہے
کہ حضرت رسول خدا نے رسالت کا حق ادا نہ کیا اور آیہ اکملت لکم
دینکم۔ غیر موقع واقع ہوتی۔ اس لئے رسول خدا تمام خلائق پر
عموماً اور اہلبیت و اقارب و رشتہ داروں پر خصوصاً مبعوث ہوئے
تھے۔ اور بمقتضائے آیہ وانذر عشیرتک الاقربین مامور
تھے۔ کہ انذار کریں اپنے قرابتداروں کو۔ اگر ابوبکر کا کلام سچا ہو
تو بلا شبہ رسول اللہؐ نے ادائے رسالت میں تقصیر کی اور اپنے اہلبیت
پر ظلم کیا۔ کہ ان کو آگاہ نہ کیا۔ کہ تم کو شرعاً میری میراث کا لینا جائز نہیں
ہے۔ اور جو کچھ میں چھوڑ جاؤں۔ وہ صدقہ ہے۔ اور تمہارے لئے
حرام ہے۔

اے ابراہیم جواب کیوں نہیں دیتا۔ اس زندقہ و کفر کو برائے
صحت کلام ابوبکر روا کہا ہے۔ اور اپنے پیغمبر پر جو اشرف کائنات
ہے۔ ظلم و تقصیر کرنا لازم جانتے ہو۔

اے ابراہیم اگر تو کہے۔ کہ پیغمبر نے اپنے عترت و اہلبیت سے
کہا تھا۔ کہ میری میراث نہیں ہے۔ اور جو کچھ مجھ سے رہ جائے صدقہ
ہے۔ اور تمہارے اوپر حرام ہے۔ اور انہوں نے پیغمبر کا

کلام نہیں سنا اور کیا قبول نہ کیا تو یہ دلیل عصیان ہے۔ اور دلیل کفر ہے۔ اور حال یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جل جلالہ نے ان کی عصمت و طہارت کی خبر دی ہے۔ کہ "اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا"۔

" اور اتفاق ہے علمائے مخالف و موافق کا کہ یہ اہل بہشت ہیں بغض خدا و رسول بلکہ قاسم بہشت و دوزخ ہیں بقول تمہارے ساقی حوض کوثر ہیں پس اب تمہارے پاس جواب شافی نہیں ہے ثابت ہوا کہ ابوبکر نے حدیث دروغ وضع کی اور خدا و رسول پر کذب باندھنا تمہارے اور تمام مسلمانوں کے نزدیک کفر ہے۔ اور اسی طرح ظلم حضرت سیدۃ النساء علیہا پر اور تکذیب شہادت امیرالمومنین و امام حسنؑ و امام حسینؑ کفر ہے اور ہر عاقل و منصف پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ اس قسم کے افعال و اعمال کی نسبت پیغمبر اور ان کے اہلبیت کی طرف کفر صریح اور ظلم قبیح ہے ــــ ابراہیم و ابویوسف و شافعی اور تمام علما کہ جو حاضر تھے۔ کسی کو جواب دینے کی مجال نہ تھی۔ اور ہارون بھی اپنے افعال قبیحہ سے شرمندہ تھا۔ حسینہؑ نے پھر کہا اے ابراہیم جب کہ حضرت سیدۃ النساء نے دعویٰ فدک کیا اور کہا کہ پیغمبر نے اپنی حیات میں فدک کو مجھے عنایت فرمایا۔ اور میری ملکیت میں دیا۔ ابوبکر نے گواہ طلب کئے۔ آیا شرع پیغمبر پر عمل کیا۔ یا خلاف شرع ابراہیم بخوف اسکے کہ مبادا کوئی ایسی بات کہے۔ کہ جو موجب الزام و فضیحت

ہو۔ کچھ نہ کہتا تھا۔ اور خاموش بیٹھا تھا۔ کہ حسینہؑ نے کہا اے ابراہیم حضرت فاطمہ (ع) صاحب اختیار و قبضہ تھیں اور ابوبکر مدعی تھے نحن معاشر الانبیاء کے اور بموجب حکم صاحب شریعت

" البینۃ علی المدعی والیمین علی المنکر

پس ان کا حضرت فاطمہؑ سے کہ جو صاحب ید تھیں۔ گواہ طلب کرنا۔ از روئے جہل تھا یا از روئے ظلم اے ابراہیم قسم ہے۔ خدا کی جواب دے۔ یا کرسی زریں مرصع سے نیچے اتر ابراہیم و شافعی و ابویوسف کی یہ حالت تھی۔ کہ اپنی موت پر راضی تھے۔ اور تمام حضار مجلس ان پر ہنستے تھے۔ اور ہارون کے خوف سے کچھ نہ کہتے تھے۔

"راویان اخبار اس طرح روایت کرتے ہیں۔ کہ ہارون کا ایک چچا زاد بھائی تھا۔ نہایت حسین و جمیل اور صاحب کمال تھا۔ اس کا نام خالد بن عیسیٰ تھا۔ اور محبت اہلبیت میں مشہور تھا۔ اور ہر گز تقیہ نہ کرتا تھا۔ ہارون کو بھی معلوم تھا۔ ہارون اس سے بے حد محبت و پیار کرتا تھا۔ اور وہ جو چاہتا کرتا کسی کو اس سے کچھ کہنے کی جرأت نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ اس مجلس میں حسینہؑ کے پاس بیٹھا تھا۔ اور جس مسئلہ میں حسینہؑ ابراہیم و علماء کو عاجز کر دیتی۔ ایک مٹھی درہم و دینار زر سرخ حسینہؑ پر نثار کرتا۔ تحسین و آفرین کرتا۔ اور ابراہیم پر ہنستا۔ اور اسکا تمسخر کرتا۔ اور قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ اور حسینہؑ کی حفاظت میں بدل و جان مصروف تھا۔ کہ مبادا کوئی درپے آزار و ایذا ہو۔ اور ہر لحظہ حسینہؑ کی دلداری کرتا اور بحث کرنے کی ترغیب دلاتا تھا۔ اس وقت

حسبنہ ہارون اور علماء کی طرف مخاطب ہوئی اور کہا اس روز
کہ حضرت امیرالمومنین علیؑ نے فدک کے باب میں گواہی دی اور
ابوبکر نے منع کیا تو حضرت امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ اے ابوبکر اگر تیرے
پاس دو شخص آئیں اور ان میں سے ایک دوسرے پر دعویٰ کرے
کہ فلاں ملک محدود و معین اس کے تصرف میں ہے۔ وہ میری
ملک ہے۔ اور وہ شخص بغیر حق کے متصرف و غاصب ہے بمجرد
دعویٰ۔ کرنے سے قبل اسکے کہ ظلم مدعی علیہ تیرے نزدیک ثابت
ہو۔ اور تو جانے کہ وہ غاصب ہے۔ اس سے لیکر مدعی کے
سپرد کرسکتا ہے۔ ابوبکر نے کہا نہیں۔ امیرالمومنین نے پوچھا کہ
گواہ سے طلب کرسکتا ہے یا مدعا علیہ سے ابوبکر نے جواب دیا
کہ میں گواہ مدعی سے طلب کروں گا۔ کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا
ہے۔ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلَی الْمُنْکِر۔
امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ پس کس واسطے تو نے میرے فرزندوں اور نور
دیدہ و بضعۃ الرسول سے قول خدا و رسول کے خلاف عمل کیا۔ ابوبکر
نے کہا۔ یا اباالحسن کیوں کر۔ امیرالمومنین نے فرمایا۔ اس وجہ
سے کہ فاطمہ زہراؑ مدعی علیہا اور صاحب ید ہیں۔ اور متصرف
فدک ہیں۔ اور وہ شخص کہ دعویٰ کرتا ہے نحن معاشر الانبیاء کا اس
کو چاہیے۔ کہ وہ بینہ قائم کرے۔ اور جس حالت میں کہ پیغمبر
نے اپنی حیات میں فدک کو سیدۃ النساء کو دیا تو بحکم اسلام
چاہیے۔ کہ وارثان رسول اللہ میں رہے۔ اس وقت تک کہ مدعی
حدیث بینہ عادلہ قائم کرے اپنے مدعا کے موافق اور ضروری ہے

کہ گواہ وہ شخص ہو۔ کہ جس پر صدقہ حرام ہے۔ اور شرعاً صدقے حصہ
نہ پائے۔ اور وہ گروہ بنی ہاشم کا ہے۔ کہ صدقہ ان پر حرام ہے۔ اور سوائے
بنی ہاشم تمام مسلمان صدقہ میں شریک ہیں:۔ اور اس میں سے
حصہ پاتے ہیں پس جو لوگ صدقہ میں شریک ہوں گے۔ ان کی گواہی
فدک کے معاملہ میں نہیں سنی جائیگی۔ الّا بنی ہاشم کی۔ پس وہ شخص
کہ مدعی فدک ہو۔ اور گواہ لانے سے عاجز ہو۔ تو غایت مانی الباب
سوگند فاطمہ کی طرف متوجہ ہو۔ اس کے اعتقاد کے موافق کہ جو عصمت
اہلبیت کا اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ اے ابوبکر فاطمہ بحکم خدا معصومہ ہے کیونکر
ممکن ہے۔ کہ معصومہ مرتکب کبیرہ ہو اور اپنے دعویٰ کو باطل کرے اُس
وقت حضرت ابوبکر شرمندہ ہوئے۔ اور سر نیچا کرلیا۔ جیسا کہ تو نے اے
ابراہیم اس وقت سر نیچا کر رکھا ہے۔ نہ جواب دے سکتا ہے۔ اور نہ اپنی
گمراہی۔ و ضلالت کا اقرار کرسکتا ہے۔

اے ابراہیم سخن ابوبکر باطل ہے۔ اور حدیث نحن معاشر الانبیاء
موضوع ہے۔ اس واسطے کہ مخالف نص کلام الٰہی ہے۔
یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْۤ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ۔
سورہ النساء آیہ ۱۱ ــ ترجمہ ۔ خدا تمہاری اولاد کے حق میں تم سے
وصیت کرتا ہے۔ کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔
اوّل یہ خطاب حضرت رسول خدا سے ہے۔ اور یہ حکم عام ہے۔ اور
قرآن میں بہت سے مقامات پر ہے۔ کہ انبیاء کے واسطے میراث ہے

جیسا کہ فرماتا ہے۔ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ۔ اور اسی طرح
قرآن میں ہے۔ کہ حضرت ذکریا نے خدا سے دعا کی۔ اور فرزند طلب کیا کہ
جو میری اور آل یعقوب کی میراث پائے۔ فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا
يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا۔
پس تو مجھکو اپنی بارگاہ سے ایک جانشین (فرزند) عطا فرما جو میری اور
یعقوب کی میراث کا مالک ہو۔ اور اے میرے پروردگار اسکو اپنا پسندیدہ
بنا۔ پس بموجب نص قرآن معلوم ہوا کہ انبیاء کے واسطے میراث ہے۔ اور
حدیث نحن معاشر الانبیاء قرآن کی تکذیب کرتی ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے
کہ اس حدیث کا واضع قرآن کو نہ سمجھتا تھا۔ اور اگر سمجھتا تو اس طرح
روایت نہ کرتا۔ اے ابراہیم اگر ابوبکر حدیث کو اس طرح بتاتے کہ
انما من بین الانبیاء لا نورث وما انزل یکون صدقۃ علی المسلمین
مع علی ،،

تو ان کا کذب و بطلان بشہادت قرآن معلوم نہ ہوتا۔ لیکن حق سبحانہ
تعالیٰ نے قاری قرآن کی ہدایت کے واسطے واضع حدیث کے دیدۂ دل
کو کور کر دیا۔ تاکہ اہل معرفت پر اس کا کذب و بطلان ظاہر ہو۔ اس وقت ایک
عالم نے جو علمائے بغداد سے تھا۔ اور ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے تھا
دیکھا کہ ابراہیم خاموش ہے۔ اور کچھ نہیں کہتا ہے۔
اس نے کہا اے حسینہ جان تو کہ سلیمان پیغمبر کو داؤد نبی سے علم نبوت
میراث میں ملی ہے۔ نہ کہ مال و جاہ و ضیاع و عقار۔ حسینہ نے جواب دیا کہ

وہی بات ہے جو تجھ سے پہلے دوسرے گمراہوں نے کہی ہے۔ اور یہ بسبب
قلت عقل و کثرت جہل اور تعصب و عناد ہے۔ اور معلوم ہونا چاہئیے کہ
سلیمان حیات داؤد (ع) ہی میں عالم و پیغمبر ہو گئے تھے۔ اور اس پر
نص قرآن ہے۔

وَدَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ إِذْ يَحْكُمَانِ فِي الْحَرْثِ إِذْ نَفَشَتْ فِيهِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِينَ فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ وَكُلًّا آتَيْنَا حُكْمًا وَعِلْمًا سورہ انبیاء ۲۱ آیہ ۷۸، ۷۹ ،،

۔ اور داؤد و سلیمان جب یہ دونوں ایک کھیتی کے بارے میں جسمیں رات
کے وقت کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئی تھیں فیصلہ کرنے بیٹھے اور ہم ان لوگوں
کے قصہ کو دیکھ رہے تھے۔ تو ہم نے سلیمان کو اس کا صحیح فیصلہ سمجھا
دیا۔ اور یوں تو سب کو ہم نے فہم سلیم اور علم عطا کیا ہے۔
اے ابراہیم میراث کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے۔ کہ میت کے بعد اس
کے ورثا میں تقسیم کی جائے اور نبوت قابل تقسیم نہیں ہے۔ اور اگر ایسا ہوتا
تو ضروری تھا کہ اولاد آدم میں سب انبیاء ہوتے۔ اور سب نبوت میں
شریک ہوتے اور حال یہ ہے۔ کہ اولاد آدم میں سے صرف حضرت شیث
ہی نبی ہوئے ـــــ ،، پس نبوت میراث میں نہیں ہے۔ بلکہ نبوت
وحی الٰہی ہے۔ اور اگر تو کہے کہ ذکریا نے وارث نبوت اللہ تعالیٰ سے طلب
کیا نہ وارث مال و اسباب دنیا دی تو تیرے اس کلام سے قدح نبوت ذکریا
لازم آتا ہے۔ نعوذ باللہ بلکہ معصیت و کفر ہا مشامی ذالک ــ ابراہیم

نے کہا کس وجہ سے حسینؑ نے جواب دیا کہ زکریا نے دعا میں کہا۔
وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَاۤءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۔ سورہ مریم ۱۹ آیت ۵ و ۶

جناب زکریا نے عرض کی میں اپنے مرنے کے بعد اپنے وارثوں سے ڈرتا ہوں۔ کہ مبادا دین کو برباد کریں۔ اور میری بی بی بانجھ ہے پس تو مجھ کو اپنی بارگاہ سے ایک جانشین فرزند عطا فرما۔ جو میری اور یعقوب کی نسل کی میراث کا مالک ہو اور اسے میرے پروردگار اس کو اپنا پسندیدہ بنا۔ اہل تفسیر کا اجماع ہے۔ کہ اس جگہ پر موالی سے مراد پسران عم ہیں اور اگر وراثت نبوت مطلوب ہوتا تو اللہ تعالی سے استدعا کرتے کہ مجھے وارث نبوت دے یعنی پسر دے کہ میرے پسران عم نبی نہ ہوں اور یہ دلالت کرتا ہے۔ کہ ذکریا قضاء الٰہی پر راضی نہ تھے۔ اور پسران عم پر حسد کرتے تھے اور یہ دلیل ہے معصیت ذکریا پر بلکہ کفر پر نعوذ باللہ من ھذہ الاعتقاد۔ یعنی میں خدا سے پناہ مانگتی ہوں اس اعتقاد پر اور با وجود اس کے کہ آخر دعا میں کہا کہ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا۔ بلاشک وشبہ نبی راضی تھے اگر آیت میں نبوت مراد ہوتی۔ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا نہ کہتے اور اس کا کہنا بے فائدہ ہوتا۔ پس دلائل عقلی ونقلی سے ثابت ہوا کہ انبیاء کے واسطے میراث ہے۔ اور حدیث نحن معاشر الانبیاء موضوع ہے۔ اور مخالف قرآن ہے۔ جس وقت آیت اِنَّكَ مَیِّتٌ

وَاِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ :۔ نازل ہوئی پیغمبر خدا منبر پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ ایہا الناس میرے بعد اصحاب اپنی غرض نفسی کیلئے میرے حوالہ سے بہت جھوٹ بیان کریں گے۔ اور ہر ایک اپنے مطلب کے لئے حدیث وضع کریگا۔ اور اس کو میری طرف منسوب کرے گا۔ جانو کہ جو حدیث مجھ سے روایت کریں۔ اور وہ موافق قرآن نہ ہو۔ اس پر اعتبار نہ کرنا۔ اور جو مطابق قرآن ہو۔ اس پر عمل کرنا۔ اور حدیث یہ ہے
فَاِذَا جَآءَكُمُ الْحَدِیْثُ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰی كِتَابِ اللّٰهِ فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ فَخُذُوْهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَاتْرُكُوْهُ

اے ابا ہیم جب حضرت رسول خدا نے دار البقا کی طرف رحلت فرمائی تو خچر اور تلوار اور ناقہ اور عمامہ وغیرہ جو حضرت نے چھوڑا تھا۔ ان سب پر حضرت امیر المومنینؑ متصرف رہے۔ حضرت کی زرہ رہن تھی حضرت کے انتقال کے بعد حضرت نے رہن سے انفکاک کرایا۔ اور اپنے تصرف میں لائے اور یہ سب چیزیں آنحضرت کے وارثوں سے تھیں۔ اور کسی نے حضرت علیؑ سے جھگڑا نہ کیا۔ اور یہ سب تمہاری کتابوں میں مذکور ہے۔ اور کسی نے نہ کہا۔ کہ رسول خدا کے میراث نہیں ہے۔ تم کیوں متروکات رسول خدا پر قبضہ کرتے ہو۔ پس مناسب تو یہ تھا۔ کہ ان چیزوں کو امیر المومنینؑ سے لے لیتے اگر یہ کہو کہ انھوں نے مانگا تھا مگر علیؑ نے ظلم کیا اور نہ دیا۔ اور یہ مانگ مانگ کر عاجز آ گئے۔ خدا کی قسم اگر امیر المومنینؑ نے ظلم کیا ہو اور وہ چیز کہ شرعاً اس میں تصرف نہ کرنا چاہئے۔ اسکو تصرف میں لائے ہوں۔ اور

وہ چیز کہ ان پر حرام ہو۔ نعوذ باللہ وہ اس کے قریب گئے ہوں
اگر یہ کہو کہ رسول خدا نے اپنی حیات میں اشیائے متماندہ کو امیر المومنین
کے حوالہ کر دیا تھا۔ باطل و دروغ ہے۔ اس لئے کہ ایسا ہوتا۔ تو اس
بات میں حدیث مجمع علیہ و متفق فیہ وارد ہوتی کہ رسول نے اپنی حیات میں
ان اشیاء کو علیؑ کے سپرد کر دیا تھا پس معلوم ہوا کہ روئے ارث کے یہ
چیزیں حضرت علیؑ کو ملیں۔ جب حسینہؓ کا کلام یہاں تک پہنچا تو ہارون
نے کہا اے ابراہیم اور اے علماء تم لاجواب ہو گئے۔ اور حسینیہؓ نے
تمہارے مذہب کو ضائع و باطل کیا۔ اور تم چپ اور خاموش ہو گئے
اور تمہاری خاموشی رضامندی کی علامت ہے۔ پس کس واسطے مذہب
حسینیہؓ اختیار نہیں کرتے۔ اور سر نیچا کئے بیٹھے تو پس دوسری مرتبہ
حسینہؓ نے کہا۔ اے ابراہیم اور اے علماء سنو کہ تمہاری تمام تواریخ
میں مذکور ہے۔ اور امت کا اتفاق ہے۔ کہ جب ابوبکر نے گواہی رد کی
اور گواہی گواہان حضرت سیدۃ النساء کو نہ مانا تو حضرت فاطمہؑ نے حضرت
ابوبکر سے کہا کہ اے ابوبکر تو اپنے باپ کی میراث لے۔ اور میں نہ لوں۔ اور
حجت تمام کی اور الزام دیا خشمناک و رنجیدہ وہاں سے واپس ہوئیں
اور روئیں اور قسم کھائی کہ روز قیامت حضرت رسول خدا سے ان کی
شکایت کروں گی۔ اور جب آپ نے رحلت فرمائی تو امیر المومنین سے
وصیت فرمائی کہ مجھکو شب میں دفن کرنا اور ابوبکر و عمر اور ان کے دیگر
ہوا خواہ میرے جنازہ پر نماز نہ پڑھیں پس امیر المومنینؑ ان کی وصیت بجالائے

اور ان کو شب میں درمیان قبر و منبر کے دفن کیا۔ بموجب حدیث۔ مَا بَیْنَ قَبْرِی وَمِنْبَرِی رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ۔
اور اس معصومہ کی قبر کی جگہ بنائی اور نشان قبر کو برابر کر دیا۔ دوسرے
روز ابوبکر و عمر اعوان و انصار کی جماعت کے ساتھ دولت سرائے جناب
امیر المومنین پر آئے اور رسم تعزیت بجا لائے اور حال کفن و دفن معصومہ
معلوم کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ کہ معصومہ نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ اور
میں نے نہ چاہا کہ ان کی وصیت کے خلاف کروں اس لئے کہ میت کی وصیت
کے خلاف کرنا ایک قسم کی ایذا ہے۔ اور تم نے بارہا حضرت رسول خدا سے
سنا ہوگا۔ فَاطِمَةُ بِضْعَةٌ مِّنِّی مَنْ اٰذَاهَا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ
اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ۔ پس کس طرح روا ہے۔ کہ میں خدا رسول کو
ایذا دوں۔ اس وقت عمر نہایت شرمندہ ہوئے۔ اور کہا کہ ہم جاتے
ہیں۔ اور ان کو قبر سے باہر نکال کر ان پر نماز پڑھتے ہیں۔ ہر چند انہوں
نے معصومہؑ کی قبر کو تلاش کیا مگر نہ پایا۔
اے ابراہیم یہ حکایت جس طرح میں نے بیان کی ہے۔ اس پر امت
کا اجماع ہے۔ اور اس میں کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے۔ پس حضرت
فاطمہ کا رنجیدہ کرنا اور ان کا غضب اور مہاجرو انصار کا نماز سے محروم
رہنا کمال قہر و غضب سیدۃ النساء پر دلیل ہے۔ بسبب اس ظلم کے
جو ان پر اور ان کے شوہر پر کیا اور ان کے فرزندوں پر کہ ان کی گواہی
قبول نہ کی اور تمام مہاجر و انصار سے کسی نے اس وقت ان کی رعایت

نہ کی۔ اور اس حدیث کی روایت میں سب متفق ہیں۔ کہ حضرت رسول
خدا نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ یَغْضِبُ لِغَضَبِکِ وَیَرْضیٰ لِرِضَاکِ
یعنی اے فاطمہؑ اللہ غضب فرماتا ہے۔ تیرے غضب پر اور خوشنود و راضی
ہوتا ہے۔ تیری خوشنودی و رضامندی پر۔ پس بموجب اس حدیث کے
غضب فاطمہؑ غضب اللہ ہے۔ اور بحکم حدیث اوّل کہ فاطمہ بضعة
منی الخ جس کسی نے فاطمہؑ کو رنجیدہ کیا ہو اس نے اللہ کو آزردہ کیا۔
خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰ
خِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا۔ سورہ احزاب ۳۳ آیہ ۵۷۔

بے شک ——— جو لوگ خدا کو اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں۔ ان پر
خدا نے دنیا اور آخرت میں لعنت کی ہے۔ اور ان کے لئے رسوائی کا عذاب
تیار کر رکھا ہے۔ ——— بلاشبہ دشمنان اہلبیت ظالم ہیں ان پر خدا
و رسول اور ملائکہ کی لعنت ہے اور غضب الٰہی ہے جس وقت حمیدہ
نے یہ کہا۔ تو ابراہیم و ابویوسف و شافعی اور تمام علماء یکبارگی اٹھ کھڑے
ہوئے۔ اور حمیدہ کے قتل کا ارادہ کیا۔ اور درپے ظلم و آزار ہوئے حمیدہ
نے بھی دفاع کیا۔ اور ابراہیم کی داڑھی پکڑ لی۔ اور نہ چھوڑتی تھی۔ اور
ہارون یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ یحییٰ نے جب ان لوگوں کا ہجوم دیکھا۔ تو
ہارون کے قریب آیا۔ اور کہا اے خلیفہ آج تو رسول خدا کی جگہ بیٹھا ہے یہ
ایک کنیز ہے جس نے تیرے زمانے کے تمام علماء کو مباحثہ میں عاجز کر دیا ہے۔ اور
یہ لوگ تیرے سامنے از روئے ظلم و تعدی اس کے قتل کا ارادہ کرتے ہیں۔ اس وقت
ہر ایک امیر و ارکان دولت نے حمیدہ کے بارے میں خلیفہ سے عرض
کیا اس پر ہارون نے غضبناک ہو کر علماء کو جھڑکا اور منع کیا۔ اور ہارون کا چچا
زاد بھائی خالد بن عیسیٰ جو محبان اہلبیت سے تھا تلوار کھینچ کر ابراہیم کی
طرف متوجہ ہوا۔ اور دھمکایا۔ اس وقت سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔
ہارون ابراہیم پر خفا ہوا۔ اور کہا تم کو خدا سے ذرا شرم نہیں آتی تم اپنے کو اعلم و
افضل اہل زمانہ جانتے ہو۔ اور ایک کنیز کے جواب سے عاجز آ گئے
ہو۔ اور سب تم پر ہنستے ہیں۔ باوجود اس کے شرمندہ نہیں ہوتے۔ اور اس
کے قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ جس وقت حاضرین مجلس نے ہارون سے یہ
گفتگو سنی سب امراء و سلاطین و اعیان نے یکبارگی ملامت و لعنت
کی اور ابراہیم و تمام علماء کی مذمت کی اور حمیدہ کو باوجود ان کے ہجوم
و کثرت کے ذرا خوف و ہراس نہ تھا۔ اور ذرا خاموش نہ ہوئی۔ اور پھر بات
شروع کی اور کہا اے جاہلان گمراہ اور اے دشمنان خاندان رسول خدا
سے ڈرو اور قیامت کو یاد کرو۔ اور جاہ دنیا و حیات پنج روزہ
کیلئے عداوت مصطفٰی و مرتضیٰ و اہلبیت نہ اختیار کرو۔ اور روز آخرت
سے بچو۔ اور یہ کہ فلاں باتفاق فلاں خلیفہ ہوا۔ اور فلاں فلاں کے واسطے
سے امیر ہوا۔ پس وہ افضل ہو گیا اور اسی قسم کی بہت سی حکایات ہیں اور
لغو روایات علم رسالت و نبوت و امامت و عصمت و طہارت و اسرار ملائکہ
و تحقیق حقائق میں بیان کر کے زبان خلائق پر جاری کرتے ہو۔ روز قیامت

اور حشر و نشر و عذاب آخرت و غضب الٰہی سے کیوں نہیں ڈرتے۔ اور
خدا سے شرم نہیں کرتے اور لوگوں کو معرفت خدا اور رسول و امام سے ہزاروں
کوس دُور پھینک دیا ہے۔ اور ظلمت میں بعض بعض سے بڑھ گیا اور تمہاری
اکثر روایات و احادیث موضوعہ اہلبیت کے دشمنوں اور ظالموں سے اور
فاسقوں اور منافقوں سے مثل عورتوں اور لڑکوں سے منقول ہیں۔ اور یہ
سب از قبیل افسانہ و خواب و خیال کے ہیں۔ اس طرح پر کہ جیسے کوئی
شخص کہانی کہتا ہے۔ اور بہت سی عورتیں اور لڑکے اسکو سنتے ہیں۔ اور
بعضے سوتے ہیں۔ اور جب کہانی ختم ہوئی۔ تو لڑکوں اور چڑیا اور باز اور عورتوں
اور فاسقوں کے نام سالک روایت و حدیث و اخبار میں لکھتے ہیں۔ کہ قال
فلاں روی فلاں اور اسکو مشہور کرتے ہیں۔ کہ فلاں حدیث کو شیخ سے
پڑھا۔ اور فلاں شیخ سے روایت ہے۔ اور فلاں شیخ جولاہا محدث ہے۔
اور فلاں شیخ حجام قرآن ہے۔ اور فلاں جاہل بے بصیرت فلاں گوشہ نشین
چلہ کش بڑا ولی ہے۔ اور پیشوائے زمانہ ہے۔ اور فلاں شیخ نے خواب
میں ایسا دیکھا ہے۔ اور خواب میں پیغمبر سے ایسا سُنا ہے۔ اور پیغمبر نے ایسا
فرمایا ہے۔ وعلیٰ ہٰذا القیاس۔ " جاہلان بے بصیرت اور احمقان
بے معرفت اور کوران زاویہ جہالت دعوٰدن بادیہ ضلالت اطراف و جوانب
اور بلاد و امصار اور یمین و یسار سے آتے ہیں۔ اور برکت طلب کرتے ہیں۔ اور
تم سے نقل کرتے ہیں۔ اور بنائے معرفت و شریعت و طریقت خواب
و خیال و وہم و گمان پر اور تمہاری نقل و روایات پر رکھتے ہیں۔ اور ان مہملات

کا ذوق و شوق خاطر عوام میں کچھ ایسا مستحکم ہو گیا ہے۔ کہ معمار قضا و قدر کو
بھی زائل ہونا مشکل و دشوار ہے اور اس سبب سے تم نے جرح و تعدیل
و طعن و تکفیر عوام میں پیدا کی ہے۔ اور زمانہ اسی طرح گذر گیا۔ کہ ان کی اولاد
اسی طریقہ پر پیدا ہوئی۔ اور پیدا ہو گئی۔ اور بغض و عداوت اہل بیت
و شیعیان اہل بیت کو تم نے میراث سمجھا ہے۔ اور ان کی اور ان کے
طریقہ کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور کریں گے۔ اور ظالموں اور فاسقوں اور
خاندان اہل بیت کے دشمنوں کو کہ جن کی عمریں بت پرستی و شراب خوری
میں گذری تھیں۔ خاندان رسالت پر مقدم جانتے ہیں اور جولاہے اور حجام
ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں۔ اور اب نوبت یہاں تک پہنچی
ہے۔ کہ نقل و روایت و حدیث و آیہ کو امیر المومنین علیؑ و امام حسنؑ امام
حسینؑ و باقی ائمہ اثنا عشر سے کہ باتفاق معصوم و مطہر ہیں قبول نہیں
کرتے ہیں۔ اور ان کے قول پر اعتبار نہیں رکھتے ہیں۔ اور حدیث و روایت
عائشہ و انس بن مالک و ابوہریرہ و عمرو عاص و معاویہ کا اعتبار کرتے
ہیں۔ اور غزوات رستم و اسفندیار وغیرہ ترتیب دیں اور ان کو گلی کوچوں
اور بازاروں میں پڑھواتے اور مشہور کراتے تھے۔ تاکہ شجاعت شاہ مرداں
رد ہو اور لوگ شجاعت شاہ مرداں نہ کریں اور رفتہ رفتہ حضرت کی شجاعت
کو بھول جائیں۔ باوجود اسکے کہتے ہیں۔ کہ ہم محبت اہل بیت رکھتے ہیں۔
اے ابراہیم اور اے شافعی تمہارے صدیق اکبر و فاروق اعظم میں کیا
فضیلت ہے۔ بیان کرو۔ تاکہ میں سنوں کہ کیا صدق اور کیا راستی اور کیا علم

اور کیا فضیلت اور کیا تقویٰ و عبادت اور کیا سخاوت و مروت دلیری ہے
اور کہاں پر لڑے ہیں۔ اور کہاں بہادروں کو شکست دی ہے۔ اور کون کی
مشکل کو حل کیا ہے۔ اور کون سا معجزہ و کرامت ان سے ظاہر ہوا۔

اے ابراہیم افضلیت کے معنی بیان کر کہ کس چیز سے حاصل ہوتی ہے اور
یہ بھی بتا کہ اکثر ثواباً عند اللہ کے کیا معنی ہیں۔ اور وہ ثواب
کس سبب سے اور کس چیز سے حاصل ہوتا ہے۔ اور کسی شخص کو اہل عالم سے بیشتر
نہیں ہے۔ اور نہ سننے میں آیا ہے۔ اور نہ قرآن و حدیث و اخبار میں واقع
ہوا ہے۔ اے ابراہیم اور اے علمائے بغداد خدا سے شرم کرو اور ان مہملات کو
ترک کرو اور جانو کہ اول زمانۂ خلافت سے اب تک تمہارے مذہب کی بنیاد
تعصب و ظلم و تعدی پر رہی ہے۔ اور تم نے کسی سادات اور علمائے
طریق و شیعیان و مومنان کو کہ پیروان رسول و اہل بیت ہیں کسی زمانے میں
مذہب کے بارے میں بحث و جدال کی مہلت نہیں دی کہ اظہار مذہب
اہل بیت کریں۔ اور تم لوگوں نے ان کے قتل کا حکم دیا اور عوام کو ان کے قتل پر آمادہ
کیا۔ اور کہتے ہو کہ یہ مانند کفار کے ہیں اور تم نے بہت سے محبان اہل بیت کو
اس خوف سے کہ یہ تم کو فضیحت کریں گے اور تمہارے مذہب کو باطل
کریں گے۔ اور تمہارے اماموں و پیشواؤں کے ظلم و فسق ظاہر کریں گے
جیسا کہ میں نے بطفیل خلیفہ ہارون رشید کے ثابت کیا ہے۔ بذلت و
خواری قتل کرایا۔ ابراہیم سب پر ثابت ہے۔ کہ تم دشمن اہل بیت ہو اور
تمہارے امام قاتلان اہل بیت ہیں۔ اور دشمن رسول خدا ہیں۔ اور جو

نفاق حضرت رسول خدا سے رکھتے تھے مگر بمصلحت اسکو ظاہر نہ کرتے تھے
اور خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول کو اس سے خبردار کر دیا تھا۔ آخر کو بعد رسول
خدا اہل بیت سے اس کا انتقام لیا۔ اور اب تم بھی ان کی پیروی کرتے
ہو اور کسی کو تم نے آل رسول اور شیعیان اور پیروان اہل بیت میں سے
دنیا میں زندہ نہ چھوڑا۔ اور ان کی نسل کو منقطع کر دیا اور اب مقام
تعجب ہے کہ اس ظلم و جور و ستم پر دعویٰ مسلمانی و اسلام کرتے ہو اور
کہتے ہو کہ ہم دین محمد رسول اللہ پر ہیں۔ قسم بخدا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
تم سے بیزار ہیں۔ اس وقت تمام علمائے بغداد نے یکبارگی کہا کہ ہم بھی
دشمنان اہل بیت سے بیزار ہیں اور جو دشمن اہل بیت ہیں اس سے بیزار ہیں۔
حسنیہ نے کہا واللہ تم جھوٹے ہو۔ اور تمہارے دلوں میں عداوت اہلبیت و
پیروان اہلبیت بھری ہوئی ہے۔ اور میں خلیفہ زماں کے سامنے ثابت کرتی
ہوں۔ اول یہ کہ روز عید قربان تمہارے علما و مشائخ و ارباب دانش و
خواجگان اور تمام خواص و عوام زیر منبر جمع ہوتے ہیں جب خطیب منبر پر
جا کر قصہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل اور قربانی خلیل شروع کرتا ہے۔ تو اس
وقت تم رونا شروع کرتے ہو۔ اور ہائے ہائے کر کے روتے ہو اور
جب یہ سنتے ہو کہ ابراہیم نے ذبح کرنے کے لئے گلے میں چھری لی۔ تو فریاد کرتے
اور اپنی پگڑیوں کو زمین پر پھینکتے ہو۔ اور آنسو مسلسل جاری رہتے ہیں۔ اور روتے
روتے آنکھیں سرخ کر لیتے ہو۔ حالانکہ کوئی زخم حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نہ پہنچا تھا
اور نہ درد ہوا تھا۔ آخر کو ایک گوسفند ذبح ہوا۔ اس روز سے آج تک ہزاروں

گوسفند اطراف واکناف عالم میں اس واقعہ کی یاد میں ذبح کیے جاتے ہیں۔ آخر
جب یہ سب اپنی جگہ سے اٹھے تو یہ گریہ و فریاد و زاری ایک گوسفند کے واسطے
سمجھنا چاہیے اور اس بات کو چار ہزار سال گذرے ہیں۔ اور جب کسی شہر اور
دیار میں کسی شیعہ و مومن و دوستدار اہل بیت کو دیکھتے ہو کہ واسطے نور دیدہ
رسول اللہ و جگر گوشہ امیر المومنینؑ و فرزند ارجمند سیدہ النساء اور برادر بجان برابر
امام حسن مجتبیٰ سید الشہداء اور سید شباب اہل الجنۃ امام حسینؑ
مظلوم شہید کربلا۔ روز عاشورہ یا اور کسی وقت روتے ہیں۔ وہ حسینؑ کہ نہ
ان کے جد کے برابر کسی کا جد ہے۔ اور نہ مثل ان کے پدر کے کسی کا پدر ہے اور نہ
مانند ان کی مادر کے کسی کی ماں ہے۔ اور نہ مثل ان کے بھائی کے کسی کا بھائی
ہے۔ اور نہ مثل ان کے فرزند کے کسی کا فرزند ہے ———— ایک
ظالموں کی جماعت نے ان سے جنگ کی اور ان کو ظلم و ستم سے شہید کیا۔ اور ان
کے سر مبارک کو نیزہ پر بلند کر کے حرم محترم کو قید کیا۔ اور بہتّر ساتھیوں کو
قتل کیا۔ اور جسموں کو خاک پر پڑا چھوڑ دیا۔ اگر کوئی مومن ان کا رنج و غم کر کر
اور گریہ و ماتم کرے تو کہتے ہیں۔ کہ یہ رافضی ہے۔ اور اہل بدعت ہے یہ کیا بات
ہے۔ کہ جس واقعہ کو گذرے ہوئے تھوڑا عرصہ گذرا ہو اسکو یاد نہ کریں
اور نہ روئیں —— اے ابراہیم یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ جس گوسفند کو چار
ہزار سال گذر گئے ہوں۔ اسکو اس مدت دراز کے بعد بھی رونا پیٹنا فراموش
نہ کریں اور واسطے قرۃ العین رسول و جگر گوشہ بتولؑ کے جسکو دو سو سال گذرے
ہوں نہ روئیں اور ماتم نہ کریں۔ یہ کہکر حسینیہؓ نے ہاتھ سر پر مارا اور مقنعہ

سر سے اتار ڈالا۔ اور نوحہ و غم زاری شروع کی اور کہتی تھی۔ کہ جو رسول کے
کاندھے پر سوار ہوتے تھے۔ اور اپنے پاؤں کو آنحضرت پر مارتے تھے
کہ جلدی چلیں۔ اور حضرت رسول خدا اس پر فخر کرتے تھے۔ اور
کہتے تھے کہ کیا اچھا سوار ہے۔ اور کیا اچھا مرکب ہے تمہارا اور
الٹے مبارک حسینؑ کو بوسہ گاہ سید کائنات و سرور موجودات تھا۔
تیغ بیدریغ سے کاٹا اور گھوڑے ان کے جسم مبارک پر دوڑائے پس جنہوں
نے اہلبیت سے بدسلوکی کی یہ سب تمہارے امام و پیشوا ہیں۔ اس
وقت حسینیہؓ سر پیٹتی تھی۔ اور فریاد کرتی تھی ہارون اور تمام حاضرین
مجلس رونے لگے۔ اور آواز گریہ و بکا بلند ہوئی۔ ہارون ڈرا کہ مبادا
کوئی فتنہ برپا ہو اسی وقت حکم دیا کہ خلعت ہائے فاخرہ و زر و جواہر
حسینہ کے واسطے لائیں۔ اور حسینہؓ کی بحث ختم ہو حسینہ نے کہا اے
خلیفہ زماں مجھے تھوڑی مہلت دے کہ ایک سوال اور کروں
اور اپنی بحث کو ختم کروں۔

ہارون نے کہا سوال کر حسینہؓ نے کہا اے ابراہیم اور اے شافعی اور
اے ابو یوسف اور علماء بغداد اور اے حاضرین جلسہ تمہیں قسم ہے
پروردگار عالم کی سچ کہنا تم نے کسی کتاب میں پڑھا ہے۔ کہ پیغمبر نے اپنی حیات
میں کسی کو بھی حضرت علیؑ پر مقدم رکھا۔ اور امیر کیا سب نے کہا نہیں
حسینہؓ نے کہا پس جبکہ خدا و رسول نے کسی کو ان پر امیر نہیں کیا تو تم کیوں
جائز و روا رکھتے ہو۔ کہ امت میں سے کسی کو ان پر مقدم و امیر کریں۔ اور اے

ابراہیم جس وقت کہ رسول خدا نے سورہ برآت ابوبکر کو دے کر بہت سے لوگوں کے ہمراہ بھیجا کہ اس سورہ کو کفار مکہ کو سنائیں تو اس وقت حکم الٰہی ہوا۔ کہ ابوبکر نہ جائیں۔ اور علی ابن ابی طالب کو بھیجو کہ سورہ برآت کفار مکہ کو سنائیں جیسا کہ فرمایا ہے۔

لَا یُؤَدِّیْهَا عَنْكَ اِلَّا اَنْتَ اَوْ رَجُلٌ مِنْكَ۔

اور حضرت رسول خدا نے امیر المومنین کو تنہا بھیجا کہ سورہ برآت ابوبکر سے لے لو اور ان کو مع لشکر کے واپس کردو۔ اور ابوبکر شرمندگی کی وجہ سے مدینہ واپس نہ آئے۔ اور امیر المومنین سے استدعا کی کہ مجھ کو حضرت رسول خدا کی خدمت میں بھیج کر میرے واسطے رخصت حج حاصل کیجئے کہ میں یہاں سے واپس نہ ہوں۔ اور آپ کی خدمت میں ہوا شاہ مرداں بموجب حکم الٰہی تنہا گئے۔ اور سورہ برآت کفار مکہ کو سنایا۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ۔

اور اسی طرح چند شرائط کہ مقرر ہوئی تھیں۔ اور احکام الٰہی ان کو پہنچائے۔ اور امت میں سے کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ اے ابراہیم جس کو اتنی بھی لیاقت نہ ہو کہ آیت برآت مکہ لے جائے اور بحکم الٰہی راستہ سے واپس بلا لیا جائے پس کیونکر اس میں صلاحیت امامت و خلافت و وصایت رسول کی ہو سکتی ہے اور یہ بہت باریک نکتہ ہے۔ کہ جب جبرائیل امین سورہ برآت رسول خدا کے پاس لائے۔ تو یہ نہ کہا کہ آیات کو مکہ کون لے جائے۔ اور کفار کو سنائے۔ خداوند عالم نے اس امر میں ایک مصلحت عظیم رکھی تھی۔ کہ اول حکم نہ فرمایا۔

اس لئے کہ رسول خدا ابوبکر کو اس امر جلیل سے لئے روانہ کریں۔ اور اس کے بعد حکم و فرمان نازل ہوا۔ کہ علی کو بھیجو اور اسکو واپس بلاؤ۔ جسے بھیجا ہے۔ کہ وہ لیاقت و صلاحیت اس امر کی نہیں رکھتا ہے۔ اور خدا نے یہی سراسر کشف حال اور فضیحت ابوبکر چاہی اسی سے جو ذلت و خواری ہوئی وہ حجت عظیم ہے۔ اور شرمندگی کی وجہ سے خدمت رسول میں لوٹ کر نہ آئے۔ اے ابراہیم یہ تمہاری کتابوں میں لکھا ہے۔ یا نہیں۔ ابراہیم نے کہا ہاں کون اس سے انکار کرسکتا ہے۔ حسین نے کہا اے ابراہیم جس وقت رسول خدا حالت نزع میں تھے۔ اسامہ بن زید کو سردار لشکر کیا تھا۔ اور فرمایا تھا۔

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ جَیْشِ اُسَامَةَ اِلَّا عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْطَالِبٍ وَفَضْلَ بْنَ عَبَّاسٍ۔

یعنی لعنت خدا ہے اس پر جو لشکر اسامہ بن زید سے تخلف کرے اور اس کے ساتھ نہ جائے۔ مگر علی ابن ابیطالب اور فضل بن عباس اور پیغمبر خدا اس حدیث کو بار بار فرماتے تھے۔ اور ابوبکر و عمر نہ سنتے تھے ــــ بخوف اس کے کہ اگر ہم چلے جائیں گے۔ تو رسول خدا علی ابن ابیطالب کو اپنا قائم مقام کردیں گے اور اسامہ نے بنا برحکم رسول خدا ان کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا مگر وہ نہ لائے اور

رسول خدا ان پر لعنت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آنحضرت نے
رحلت فرمائی۔ اور یہ پیغمبر کے جنازے کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ
میں چلے گئے۔ اور یہ خلافت جھگڑنے لگے۔ یہاں تک کہ اسکی خبر اسامہ کو پہنچی
تو اسامہ نے ان کے پاس قاصد کو بھیجا کہ تم لوگ میرے تابع اور ماتحت
ہو تمہیں خلافت سے کیا تعلق ہے۔ اور باتفاق امت رسول خدا کی
وفات کے بعد یہ تابع اور ماتحت اسامہ کے تھے۔ اگر خلافت و وصایت
کی لیاقت ہوتی تو اسامہ ان کا تابعدار ہوتا۔ اور جب کہ رسول خدا نے
وقت نزع باجماع امت ان پر نفرین کی اور یہ تمہاری کتابوں میں
مذکور ہے۔ تم انکار بھی نہیں کر سکتے۔ اور ابوبکر و عمر ——— اسامہ کے تابعدار
تھے۔ اور اس کے ہمراہ نہ گئے۔ اور مخالفت رسول کی اور رسول نے ان
پر نفرین کی پس بلاشک یہ اور ان کے مرید نفرین خدا میں گرفتار رہیں
گے۔ اور عذاب ابدی میں مبتلا رہیں گے۔ اس وقت ابراہیم اور تمام علما
نے خجالت سے سر نیچا کر لیا۔ اور کچھ نہ بولے۔ بعد از ان حسنیہ نے کہا
الحمد للہ والمنۃ کہ بدولت خلیفہ زمان اس ضعیفہ و عاجزہ نے فضائل
و مناقب اہل بیت علیہم السلام اور کفر و زندقہ و ظلم و مخالفت دشمنان
اہلبیت سے جو کچھ میرے دل میں تھا۔ علانیہ بے خوف و خطر ظاہر کیا اور اعدا
دین کو از روئے حجت و دلیل کے الزام دیا اور یہ دولت محبان اہلبیت
میں سے کسی کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ کہ جو اس حقیر کنیز کو ملی اگر خلیفہ زمان
کو ملال نہ ہو تو بخدا خاموش نہ ہوں۔ اور حقیقت مذہب اہل بیت پر دلائل قائم
کروں۔ اور ان کے اتنے فضائل بیان کروں کہ سننے والوں سے ان کا شمار نہ
ہو سکے یحیی بن خالد برمکی نے ابراہیم کی طرف دیکھا۔ اور حسنیہ سے کہا کہ تو

اپنے مذہب کی خوب حقیقت ثابت کی اور حق ثبوت مذہب
کا تھا۔ اسکو خوب ظاہر کیا۔ اور جب سلاطین و امرا و اعیان اور مخالف
و موافق کہ دور دور سے آئے ہوئے تھے۔ اور اس مجلس میں حاضر تھے
یہ سب نے حسنیہ کو دعائیں دیں۔ اور تحسین و آفرین کی اور اس مجلس
چار سو آدمیوں نے اپنا مذہب تبدیل کیا۔
اور طریق اہل بیت اختیار کیا اور ہارون رشید نے اس روز سے
سادات کی ایذا دہی کا قصد نہ کیا اور شیعوں سے تعرض نہ کیا اور حکم دیا
کہ حسنیہ کو دوبارہ خلعتہائے فاخرہ دیا جائے۔ اور اس کے خواجہ کو
ایک لاکھ مثقال زر سرخ موافق قرارداد شرط کے اور خلعت
فاخرہ دیا جائے۔ اور نوازش کی اور حسنیہ کو اپنے قریب بلایا اور آہستہ
سے کہا کہ تو اس شہر سے کسی اور جگہ چلی جا اور جہاں تیرا جی چاہے
رہ۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ یہ لوگ تجھے ایذا پہنچائیں گے۔ اور در
پے تیری ہلاکت کے ہوں گے حسنیہ اور خواجہ نے پلٹے ہارون کو جواب
دیا۔ اور اس کے دربار سے مسرور و خوشحال باہر آئے۔ اور ہارون
کا چچازاد بھائی جو محبان اہل بیت میں سے تھا۔ اور وہ تمام لوگ جو محب
اہل بیت تھے۔ وہ بھی حسنیہ سے باکرام انعام تمام پیش آئے۔ اور ابراہیم
شرمندہ و روسیاہ کرسی زرین سے اٹھا اور ابو یوسف و شافعی
اور دوسرے لوگوں کے ساتھ نادم و پشیمان دربار سے باہر آیا۔
اور تمام خلائق ان پر ہنستی تھی۔ اور ہارون کا چچازاد بھائی ان
سے تمسخر کرتا تھا۔ حسنیہ اپنے خواجہ اور بہت سے لوگوں کے
ساتھ شہر بغداد سے نکلی اور مدینہ رسول کا رخ کیا اور خود کو خدمت

امام رکھنا علیہ السلام و سادات اہل بیت میں پہنچایا۔

الحمد للہ علی ولایۃ اھل البیت الذینھم شموس الھدایۃ ورجوم الدجی وعلی برائتہ من اعدائھم اللئام الملعونین فی الاولین والاخرین۔

ادارہ تذکرۃ الطاہرین

کی کتب خریدنا ہی اسکی امداد ہے

امید ہے کہ جناب والا دینی خدمت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے

کتابت ـــــــ وقار خوشنویس و آرٹسٹ

علمی پرنٹنگ پریس لاہور